

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_226467**

UNIVERSAL  
LIBRARY



OUP-730-28-4-81-10,000.

## OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

All No.

Accession No.

Author

Title

ت ۱۵  
علاء الرحمن

مغیاات خواب

~~13600~~  
13600  
13600

This book should be returned on or before the date last marked below

---





# ان ہی صنف کی دوسری کتابیں

مقدمہ نفسیات متقابلہ

نفسیات فاسدہ

نفسیاتی اصول

اساس نفسیات

نفسیات مغزوی

نفسیات خواب

اصول نفسیات۔

افادیت

کانٹ

مشن پریس ملہ آباد

سلاک معقولات

# نفسیات خواب

برگساں کے ایک لکچر کا ترجمہ

مع مقدمہ

از

معتقد ولی الرحمن ایم۔ اے  
پروفیسر نفسیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

۱۹۳۳

کتابستان۔ الہ آباد

جملہ حقوق محفوظ



# دیباچہ از مترجم

۲۶ دیاچ ۱۹۱۳ء کو برکٹاں نے انٹیٹیٹ سائیکالوجیک کے ساتھ خواب  
 پر ایک لکچر دیا، جو ۸ جون ۱۹۱۳ء کے ریو سائنٹیفک میں شائع ہوا، اس کا  
 انگریزی ترجمہ ۲۳ اور ۳ اکتوبر ۱۹۱۳ء کے آڈیٹورینٹ میں نکلا۔ اسی انگریزی  
 ترجمہ کا اردو ترجمہ اب بنام نفسیات خواب قارئین کے ہاتھوں میں چلنا ہے۔  
 اس میں برکٹاں نے مسئلہ خواب پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

یہ ترجمہ اس سے قبل رسالہ النظر لکھنؤ، ابت جنوری ۱۹۲۹ء میں شکل میں  
 شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مولینا ظفر الملک صاحب علوی کے ایما سے میں نے  
 اس کے لئے ایک مقدمہ لکھا، جس میں خواب کے دیگر نظریات پر مجمل بحث لگی، علی  
 یہ بھی النظر، ابت مئی ۱۹۲۹ء میں شکل میں طبع ہوا، اردو کے مشہور مصنف ڈاکٹر جلال  
 جنوری مرحوم نے بھی برکٹاں کے لکچر کا ترجمہ کیا تھا، جو انجمن ترقی اردو کے رسالہ  
 سائنس کے کسی نمبر میں شائع ہوا۔ لیکن یہ ترجمہ شاعرانہ ہے اور نامکمل ہے۔ ترجمہ  
 نامکمل بھی ہے اور حواہد میں خواب کے دیگر نظریات کو بھی شامل ہے۔ لہذا  
 قارئین کے لئے زیادہ مفید ثابت ہو گا۔

میں اپنے خائبانہ کرم فرما مولینا ظفر الملک علوی، فیوضہ کا سپاس گوارا ہوں  
 کہ انہوں نے ان مضامین کو ہمالے کی صورت میں شائع کرنے کی جرات عطا فرمائی

مترجم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ از مترجم

مسئلہ خواب غالباً منجملہ اُن مسائل کے ہے جن پر انسان زمانہ قبل تاریخ سے غور کر رہا ہے۔ قدیم اقوام کی روایات اور انسانی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں میں عقلمند صرف وہی سمجھا جاتا تھا جو خوابوں کی تعبیر کر سکتا تھا۔ یہی قابلیت درباروں تک رسائی کا سہل ترین ذریعہ تھی۔ حالت بیداری میں ہمت مملکت کا شیوہ پڑا کرتا تھا، اور سونے کی حالت میں جو کیفیات و مانع میں گزرتی تھیں اُن کے لئے معتبر خواب کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ گویا معتبر خواب کا رتبہ و درجہ وزیر کے مساوی تھا۔ ایک معتوں میں تو وہ وزیر سے بھی زیادہ اہم رتبہ رکھتا تھا، اور وزیر سے زیادہ اُس کی عزت ہوتی تھی۔ وزیر کا کہنا ماننا آسان تھا، لیکن معتبر خواب کا بہرہ کلمہ قرآن و حدیث

کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ جو عزت و احترام کہ معبر خواب کا ہوتا تھا، اس کو دیکھ کر وزیر جلا کرتے تھے، لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے۔ بادشاہ صلیح کو اٹھ کر سب سے پہلے معبر خواب کو شرفِ باریابی عطا کرتے تھے، اس کے بعد دربار میں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ جو معبر خواب کہ بادشاہ کی تسلی بخشی کر دیتا تھا، وہ تو سونے میں منڈھ دیا جاتا تھا، اور جو اس لحاظ سے ناکام رہتا تھا، اس کے لٹے پھر زمین پر پناہ نہ تھی۔ اس کی بہترین مثال ہم کو حضرت یوسف اور حضرت وانیال علیہما السلام کے قصوں میں ملتی ہے۔

پیر گنجان کا بیٹا صرف اپنی مادی حدود و قابلیت کی مدد سے عزیز و مہربان، بعد وہ طاقت حاصل کی کہ بڑوں کی بڑوں کو طاق پر بٹھا دیا۔

معبر خواب کی سی اہمیت اور عزت، اگر کسی اور شخص کی ہوتی تھی، تو وہ نجومی در مال تھا، یہ بھی ہمیشہ بادشاہ کے ہجر کا بربا کرتا تھا، اور زلفِ افسانہ کی باتوں کے لئے طلب کیا جاتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں خوابوں کی طرح نجوم در مل بھی زمانہ قبل تاریخ سے انسان کے زیر مطالعہ ہے، لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ نجوم کے مطالعہ سے تو علمِ افلاک اور طبیعیات پیدا ہوئے، لیکن خوابوں کا مطالعہ بالکل بے ثمر رہا، اس وقت تک پاری

حالت یہ ہے کہ نجوم و دل کی کتاب پر تو ہم ایمان لے آتے ہیں لیکن  
 خوابوں کے متعلق اگر کوئی رسالہ چاہے سامنے آتا ہے تو حماقت آمیز  
 تبسم کے ساتھ اس کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں۔ لیکن فطرتِ انسانی کے  
 تناقضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو ہم خواب کو باطل  
 بیکار اور اختلالِ دماغی کا نتیجہ سمجھتے ہیں، اور دوسری طرف خواب ناسخ  
 اور تعبیر نامے، ہرزبان، ہرزمانہ، اور ہر ملک میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اول  
 باتوں ہاتھ فروخت ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی قابلِ غور  
 ہے کہ اگر ہم کوئی انوکھا خواب دیکھتے ہیں تو کسی نہ کسی طرح اس کی تعبیر  
 کر لیتے ہیں، اور اس سے تفاعل کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ اگرچہ ہم خوابوں پر  
 اعتقاد نہیں رکھتے، لیکن ہم کو ان کے ساتھ دلچسپی ضرور ہے۔ یہاں علم  
 اور غیر تربیت یافتہ ذہنوں کا ذکر نہیں کہ یہ لوگ تو ہر طب و دین کو  
 نہایت اعتقاد سے قبول کر لیتے ہیں۔ ذکر ان لوگوں کا ہے، جو کسی مسئلہ  
 پر غور و فکر کی اہلیت رکھتے ہیں، اور جن کا غور و فکر دور رس نتائج پسند  
 کر سکتا ہے۔ یہ لوگ موجودہ صدی کے اوائل تک خوابوں کے مسئلہ کی  
 طرف سے بے ہمتائی برتتے تھے۔ وجہ اس کی بجاہت یہ ہے کہ

خواب نامے اور تعبیر نامے اُن بزرگوں کے قلم سے نکلے تھے، جو مفکرین“  
 نہیں کہے جاسکتے اور جن کو علماء و ماہرین اپنی صفوں میں داخل نہ کرتے  
 تھے۔ اُن میں یا تو چند ”منیم“ تھے، یا محض دھوکہ باز اور روپیہ سینٹنے والے۔  
 عوام کی تڑپ تشفی کر سکتے تھے، لیکن علماء و ماہرین اُن کو منہ نہ لگاتے تھے۔  
 اُدھر ماہرین نفسیات کے استغنا کا یہ عالم تھا، کہ وہ مسئلہ خواب کو اچھوت  
 سمجھتے تھے۔ محیلہ، تلامذہ اور خطور افکار کی بحث میں دُہ اُن کا ذکر کرتے  
 تھے، لیکن دُہ بھی محض ضمنی۔ اُن کے نزدیک یہ مسئلہ اس قابل نہ تھا کہ اُس  
 کی طرف توجہ کی جاتی۔ لیکن ماہرین کے اس طرزِ دُور میں یکایک انقلاب  
 پیدا ہوا۔ جو مسئلہ اس وقت تک ناقابلِ اعتنا سمجھا جا رہا تھا اُس کی تحلیل  
 میں بڑے بڑے جید ذہن مصروف ہوئے، اور یہ گراگرم بحثوں کا  
 موضوع بن گیا۔

اس انقلاب کے پیدا کرنے کا سہرا ڈاکٹر ایو نیورسٹی کے پروفیسر  
 سگنڈ فرایڈ کے سر ہے۔ سن ۱۹۰۸ء میں اس کی کتاب - DIE TRAUM-  
 DEUTUNG، شائع ہوئی، جس کو اگر خوابوں پر جدید تحقیقات کا  
 سنگ بنیاد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس کی اشاعت کے وقت تک

خوابوں کا کوئی ایسا نظریہ موجود نہ تھا؛ جو تناقض و تباہی سے بڑی  
 ہوتا۔ بلکہ کتنا چاہیے کہ کوئی بڑا یا بھلا نظریہ موجود ہی نہ تھا۔ جب نفس  
 خواب ہی پر کسی نے توجہ نہ کی تو بھلا یہ کس طرح اسید کی بنا سکتی ہے  
 کہ کسی ماہر نے خواب اور حیات بیداری کے تعلق کی طرف اپنی نظر کیا  
 اثر منعطف کی ہوگی! جیسا کہ اس سے پہلے کہا جا چکا ہے، خواب نامے  
 اور تعبیر نامے تو بکثرت موجود تھے، لیکن سب کے سب اپنی اپنی گاتے تھے  
 اور کسی علمی و حکمی نظر نے تک پہنچنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ لیکن  
 نا انصافی ہوگی، اگر یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ ان ہی خنزف ریزوں میں  
 بعض ان گروہ جو اہر ریزے بھی پوشیدہ تھے، اور ان ہی کو گھر گھر کہ  
 علم جدیدہ نے بیش بہا ہیرا بنا دیا +

مختصر یہ کہ ایک طرف تو فرائلڈ سے قبل کے فلاسفہ اور ماہرین  
 طب خوابوں کو نفسیاتی حیثیت سے بہت ہی سمجھتے تھے، اور دوسری  
 طرف عوام ان کو بہت قدر و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔  
 عجیب بات یہ ہے کہ اور بہت سے عامیانہ عقاید کی طرح خوابوں  
 کے متعلق یہ عقیدہ بھی علماء و ماہرین کے ہاتھوں میں جا کر صحیح ثابت

ہوا، اگرچہ صحت و جواز کے لئے اس کو ذرا بدلنے کی ضرورت ہوئی۔  
 مثلاً یوں سمجھئے کہ ہر زمان سے عوام کا خیال ہے کہ خواب محض  
 علامتی ہوتے ہیں، اور یہ کہ حیات بیداری کے واقعات کی صورت  
 میں ان کی تعبیر کی جاسکتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام خواب  
 دیکھتے ہیں کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند ان کو سجدہ کر رہے  
 ہیں۔ وہ اپنا یہ خواب جا کر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام،  
 سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اس خواب کی نہایت  
 اچھی تعبیر کرتے ہیں، اور بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں **كَلَّا تَقْصُصُ رُؤْيَاكَ**  
**عَلَىٰ اٰخْوَتِكَ فَيَكِيدُوْا لَكَ كَيْدًاۗ اِیٰسٰی طرہ فرعون ہر سات مٹی**  
 اور سات دُبی گائیں، اور سات سبز بالیاں اور سات شوکھی  
 بالیاں خواب میں دیکھتا ہے۔ وہ اپنے درباریوں سے اس کی تعبیر  
 دریافت کرتا ہے؛ لیکن بڑے بڑے عقلمند اپنے عجز کا اعتراف کرتے  
 کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں اس خصوص میں  
 کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں، لہذا اس ہم کو سر کرنے کے لئے وہ  
 طلب کئے جاتے ہیں۔ وہ آتے ہی اس عقدے کو نہایت خوبی سے

واکر دیتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں تعبیریں کس طرح ہوتی ہیں؟ محض اس  
 اصول پر کہ خواب کی تشابہات حالتِ بیداری اور عالمِ حقیقی کی  
 مخصوص اشیاء کی علامات ہیں، لہذا ان کا ترجمہ ان معنوں کے  
 مطابق کر دیا گیا۔ گیارہ ستارے، گیارہ بھائیوں، اور سورج اور چاند،  
 علی العریب، باپ اور ماں کو ظاہر کرتے تھے۔ اسی طرح فرعون مصر کے  
 خواب میں سات موٹی اور سات دُبی گاؤں، اور سات سبز اور  
 سات سُکھی بُوٹی بالیاں بھی سات برس فراوانی کے اور سات  
 برس خشک سالی کے تھیں۔ عوام کا اس وقت تک بعینہ ہی عقیدہ  
 ہے۔ وہ رات کو خواب دیکھتے ہیں، اور دن کو ان خوابی تشابہات کے معنوں  
 کی تلاش کر کے تعبیر کی کوشش کرتے ہیں۔

اب عوام کی یہ تعبیر بالعموم دو مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے۔  
 بعض صورتوں میں تو تمام کا تمام خواب من حیث المجموع لیا جاتا ہے  
 اور اُس کی تحلیل کئے بغیر اُس کی تعبیر کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس  
 صورتِ تعبیر کے لئے کوئی مقررہ و معینہ اصول و قواعد نہیں؛ یہ بالکل  
 فرضی اور خیالی ہوتی ہے۔ اور عام خیال یہ ہے کہ اس کے لئے کسی خاص

ملکہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے یہ صرف دینی بزرگوں کے لئے مخصوص تھی۔ تعبیر کی دوسری صورت میں مقررہ و معینہ علامات ہوتی ہیں۔ خواب کی تخیل کی جاتی ہے اور یہ علامات الگ الگ کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد پھر ان علامات کا ترجمہ کر دیا جاتا ہے۔ تمام خواب نامے اور تعبیر نامے اسی دوسری صورت کو اختیار کرتے ہیں۔ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام بھی اسی طریق کے مطابق خواب کی تعبیر کرتے ہیں +

اس کے علاوہ عالم و جاہل اور عوام و خواص دونوں خوابوں کی بعض خصوصیات پر متفق ہیں۔ دونوں کے نزدیک یہ خصوصیات غیر شائبہ ہیں، کہ ہر خواب میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ خواب میں وہ باتیں یاد آجاتی ہیں، جو حالت بیداری میں ذہن سے بالکل محو ہو چکی ہوتی ہیں۔ بعض صورتوں میں تو یہ باتیں اس قدر پرانی ہوتی ہیں کہ ہم ان کی شناخت بھی نہیں کر سکتے۔ اس شناخت کے لئے ہم کو بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ مختصر یہ کہ خوابی حافظہ اس قدر تیز ہوتا ہے کہ بیداری کا حافظہ نہیں ہو سکتا۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے خواب کسی نہ کسی تازہ تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہی تجربہ مسخ ہو کر ہمارے خوابوں کا مواد بن جاتا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ خارجی احساسی ارتسامات اکثر خوابوں کو شروع کرتے ہیں، چنانچہ سردی کے دلوں میں اگر ہمارے اوپر سے کھاف اتر جائے اور ہم کو سردی محسوس ہو، تو ہم اکثر خواب دیکھتے ہیں کہ ہم بازار میں ننگے چلے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر گودی اسٹ نے اس کی ایک دلچسپ مثال بیان کی ہے :-

۱۰ ایک جوان لڑکی کو بچپن ہی سے اپنا انگوٹھا چھونے کی عادت تھی، اور وہ اس عادت کو ترک کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لئے وہ ایسا وہاں سے کر اپنے انگوٹھے پر لگانے رکھتی تھی۔ ایک رات اُس نے خواب دیکھا کہ وہ ایک ایسے جہاز پر سفر کر رہی ہے جو نیم کی لکڑی کا بنا ہوا ہے، اور اُس کا تمام سامان بھی اسی لکڑی کا ہے۔ نیم کی بو اس طرح تمام جہاز میں پھیلی ہوئی ہے کہ ہر سانس جو اندر جاتا ہے، کڑوا ہٹا پنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز وہ کھاتی ہے،

اُس میں نیم کی کڑواہٹ ہوتی ہے۔ ہیمور (HAVRE) پر پہنچنے کے بعد اُس نے ایک گلاس پانی مانگا، تاکہ وہ کُلی کر کے اپنا منہ صاف کر لے، لیکن یہ بھی نیم ہی کا عرق تھا۔ چونکہ اُس کو پیاس بھت لگ رہی تھی، لہذا وہ آنکھ بند کر کے اُس کو پی گئی۔ اب وہ پیرس گئی، اور ایک مشہور طبیب سے مشورہ کیا، اور اُس سے کہا، کہ اس نیم کے اثر کو اس کے جسم سے زائل کر دے۔ طبیب نے جواب دیا کہ اس کا صرف ایک علاج ہے، اور وہ کائے کا پتہ ہے۔ اس طبیب نے کئی پاؤنڈ پتہ اُس کو دے دیا۔ چند ہی ہفتوں میں نیم کا تو اثر زائل ہو گیا، لیکن پتے کی بڑے اُس کی جگہ لے لی، اور یہ بھی اتنا ہی کڑوا اور بدمزہ ثابت ہوا۔ اس پتے کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اس سے کہا گیا، کہ پوپ سے مشورہ کرے، چنانچہ وہ روم گئی اور پاپائے مقدس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُس نے کہا کہ اُس کو اُس میدان کی طرف جانا چاہیے، جہاں نمک کا ستون کھڑا ہے، اور اُس ستون میں سے اپنے انگوٹھے کے برابر ایک ٹکڑا لے کر کھانا چاہیے۔ چنانچہ

اُس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اُس کی آنکھ کھل گئی، اور اُس نے دیکھا کہ وہ اپنے انگوٹھے کا ایوا پُوس رہی ہے!“

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم ایک خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں، کہ کوئی خارجی احساسی ارتسام داخلت کرتا ہے۔ اس احساسی ارتسام کی وجہ سے یہ خواب رُک نہیں جاتا، بلکہ اس خواب کی روشنی میں اس ارتسام کی تاویل کر لی جاتی ہے۔ ایک عورت (جو مصنفہ تھی) خواب دیکھ رہی تھی کہ وہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ تعطیلات منانے کا مشورہ کر رہی ہے۔ اسی خواب کے دوران میں ایک شخص نے اُس کے کلاں میں ایک نظم پڑھی۔ اب اس عورت نے دیکھا کہ اس مشورہ کے دوران میں اس کی تصانیف کے ناظر کا ایک پیغام آیا ہے، اور اس معاہدے میں سے کچھ عبارت پڑھ کر سن رہا ہے، جو اس مصنفہ اور اس ناشر کے درمیان ہوا ہے۔ وہ عورت (خوابی میں) اس کو داخلت بے جا سمجھتی ہے، لیکن اُس کا خیال ہے، کہ اس سے اُن کے تعطیلات منانے میں کوئی ہرج واقع نہ ہوگا۔

ان خارجی احساسات کے علاوہ داخلی عضوی احساسات بھی

خواب کو شروع کرنے یا اس کو متغیر کرنے میں بہت دخل رکھتے ہیں۔  
اشتراکی نظامِ عصبی سے آنے والے احساسات تو خصوصیت کے  
ساتھ اہم ہوتے ہیں +

خوابوں کی یہ خصوصیت تو اس قدر اہم ہے، کہ بعض ماہرینِ نفسیات  
نے اپنے نظر یہ خواب کو اسی پر مبنی کیا ہے۔ پروفیسر کپلے لکھتا ہے:۔  
قدیم نظریات کے مطابق یہ (خواب) ایک خود رو تمثلی  
فعلیت کا نتیجہ ہوتے تھے..... لیکن زمانہٴ حل کی تحقیق  
نے منکشف کیا ہے کہ خواب مخصوص احساسی مراکز پر خرابی،  
یا داخلی مہیجات کے شدید عمل سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو خیالات  
کہ مخصوص مہیجات سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں رکھتے،  
وہ ممنوع رہتے ہیں۔ یہی بڑی وجہ ہے اس بات کی کہ خوابی شعور  
کا تعلق، اور اس کی تاویل، حیاتِ بیداری کے تعلق، اور اس  
کی تاویل سے اس قدر مختلف ہوتی ہے۔ اس وقت ارادہ

SYMPATHETIC NERVOUS SYSTEM لے

OUTLINES OF PSYCHOLOGY لے

تو موجود ہوتا ہی نہیں، جو سلسلہ خیالات میں انضباط پیدا کرے  
یا ان کی ہدایت کرے۔ اسی لئے سوتے والے کی تمام فعلیتیں  
(یہ داخلی ہوں، مثلاً خواب کی صورت میں، یا خارجی، مثلاً مشی فی النوم  
کی حالت میں، اسی رہ جاتی ہیں کہ گویا یہ اتفاقاً پیدا شدہ حیات ہیں۔  
اگر خوابی شعور میں حالت بیداری کے مطابق ارادی فکر کی  
خصوصیات باقی رہیں، تو سمجھنا چاہیے کہ خواب دیکھنے والے کا  
دماغ ماؤف ہے۔ یہ تو ظاہر ہے، کہ خوابی خیالات کی تشکیل  
اور ان کے میلان کے قوانین کو مفصل طور پر بیان کرنا بہت شور  
ہے۔ لیکن ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان کی وضاحت، یعنی اوہام سے  
ان کا قرب، دیگر اقسام کی عدم موجودگی پر موقوف ہو جائے۔  
اگر یہ موجود ہوں تو خوابی شعور مبہم اور غیر واضح ہو جاسکتا ہے۔  
اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ خواب میں جو اصول حیات،  
کارفرما ہوتے ہیں، وہ بعینہ وہی ہوتے ہیں جو حالت بیداری  
میں عمل کرتے ہیں۔ سب سے آخری بات جس کی طرف ہم کو  
توجہ مبذول کرنی ہے، یہ عام تجربہ ہے کہ خوابوں کی حالت بیداری

کے شعور پر بہت خفیف اثر ہوتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خوابوں کی پیدائش میں ادراک کو بہت ہی کم دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک سلسلہ مضامین میں ڈاکٹر ایل، ایچ، ہارٹن نے بھی خواب کا تقریباً ایسا ہی نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق احساسی ارتسامات کے بیچ بیچ میں حائل اور واقع ہونے، اور ان کی تدقیق و تکمیل کو خوابوں کی بڑی خصوصیت بتایا گیا ہے۔ پھر ہارٹن نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی کہ وہ کام صرف مخصوص حواس کے ارتسامات کی طرف منسوب کرے؛ مثلاً سوتے ہوئے ٹانگ کھل جانے سے سونے والا خواب دیکھے کہ وہ پانی میں پل رہا ہے، یا کسی کرخت آواز کو سُن کر اُس کو خواب دکھائی دے کہ توہیں داغی جا رہی ہیں۔ مخصوص حواس کے ارتسامات کے علاوہ مدہم جسمانی احساسات (حرکی و حشوی) کو بھی اُس نے اس میں شریک کیا ہے؛ مثلاً ہلکے پن کے خوابوں کو وہ دعائی حرکی اور حرکی حالت کا نتیجہ سمجھتا ہے، جو ہلکے پن اور جلد پر دباؤ کے فقدان کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور جن کی تعبیر خواب دیکھنے والا تمام ٹھوس اشیاء کے ساتھ

س نہ کرنے، یعنی ہوا میں اُلٹنے، کی صورت میں کرتا ہے۔ ہارٹن اس سے ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے اور خواب کی مختلف تصاویر کو مختلف آلات و اعضاء کی حالت کی علامات سمجھتا ہے۔ چنانچہ کسی عصبی یا آلہ کی سوزش اس کے نزدیک سرخ رنگ کی اشیاء کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اسی طرح نبض کی تیز حرکت سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے، اور پھر ایک خود پسند عورت کی تمثال کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ ان تمام تمثالات کو وہ آرائشی درکات کہتا ہے۔ یہ درکات اس بات کا نتیجہ ہوتے ہیں، کہ ذہن جسمانی احساسی ارتسامات کی تاویل میں گھبراتا پھرتا ہے۔ بعض صورتوں میں غیر واضح طور پر بزرگ جسمانی حالت خواب دیکھنے والے کے علاوہ کسی اور شخص میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر میکڈوگل کا بیان ہے کہ اس نے ایک مرتبہ خواب دیکھا تھا کہ ایک ریل گاڑی میں اسباب کے مچان پر ایک لڑکا اس طرح پھنس گیا ہے کہ اس کا سر نیچے ہو گیا ہے اور ٹانگیں اوپر، اور یہ کہ اس کا تمام جسم اور اس کی گردن اکڑی ہوئی ہے۔ جاگنے پر معلوم ہوا کہ اُونچے تکیے پر سونے

کی وجہ سے خود اس کی گردن اکڑی ہوئی ہے +

ذکورہ بالا خصوصیات کے علاوہ خواب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بعض مہیجات ایسے ہوتے ہیں، جو مرنے والے کے ذہن کے اندر سے پیدا ہوتے ہیں۔ سب سے آخری قابل ذکر اور عام ترین خصوصیت یہ ہے کہ خوابوں میں جو واقعات و حادثات نظر آتے ہیں، اُدھ اکثر د بیشتر نغو ہوتے ہیں۔ ان میں نہ کوئی منطقی ترتیب ہوتی ہے، نہ کوئی باقاعدہ تسلسل، اور نہ ان میں کوئی ڈھنگ کی چیز دکھائی دیتی ہے۔ لیکن لطف یہ ہے، کہ باوجود ان تمام باتوں کے ہم خوابوں کو خواب دیکھتے وقت حقیقی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین نے فیصلہ کیا ہے، کہ خواب اختلال ذہنی و دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لہذا ان لوگوں نے کوئی معقول اور باقاعدہ نظر یہ قائم کرنے اور اس عدم نظم و ترتیب کو

۱۹۲۰ء دیکھو *OUTLINES OF ABNORMAL PSYCHOLOGY*

مصنف: پروفیسر سیگنڈ برگ ۱۹۲۰ء میکسیکو کے نزدیک بھی یہ عقیدہ کچھ ذکھ صداقت رکھتا

ہے۔ ۱۹۲۰ء جیس لکھتا ہے، نولے کی حالت میں عالم بویا، ہمارا عالم حقیقی ہوتا ہے، یا کیونکہ

اس حالت میں ہماری توجہ عالم محسوس سے ہٹ جاتی ہے۔ (پرنسپلز، جلد دوم، ۱۹۵۵ء)

وجود نظم و ترتیب سے بدلنے کی کوشش نہیں کی، اور نہ ان خوبیوں کی توجیہ کے لئے کوئی تکلیف گوارا کی۔ نتیجہ یہ ہوا، کہ یہ مسئلہ عوام کا اطلاق یا نام نہاد فلسفیوں تک محدود رہ کر ہمیشہ کے لئے تعریف و عقلمندی میں جا پڑا۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ خواب پر علمی و حکمی بحث شروع کرنے کا شرف پروفیسر ڈاکٹر فریڈ کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ سن ۱۹۱۷ء میں اُس کی کتاب (DIE TRAUMDEUTUNG) شائع ہوئی، جس کو دیکھ کر علماء و ماہرین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ یہ لوگ خواب تک خوابوں کو اختلافِ ذہنی کا نتیجہ سمجھ رہے تھے، اور ان کو اس قابل نہ سمجھتے تھے، کہ ان پر وقت ضائع کیا جائے۔ لیکن فریڈ کی تصنیف نے اُس میں وہ وہ ہیں مشکف کیں جو نہ صرف خالصتاً علمی و تحقیقی نقطہ نظر سے دلچسپ تھیں، بلکہ جن کی مدد سے ذہن کے ہزاروں امرا و غوامض راہ ہوتے ہیں، اور وہ

سے اس سلسلے میں ڈاکٹر ریورز (RIVERS) کا یہ جملہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ چند ہی سال ہونے کے میں نے نو یونیورسٹی کے ایک امتحان میں خوابوں کی تعبیر پر ایک سوال دیا، اس پر اعتراض ہوا کہ مسئلوں کو خوابوں کے متعلق کچھ واقفیت نہیں ہو سکتی۔ اس سے کیا مطلب یہ ہے، کہ ان کو خوابوں کے متعلق کچھ پڑھا ہی نہیں گیا۔ مختصر یہ کہ نفسیات خواب کا مسئلہ اس قابل نہ سمجھا گیا کہ اس کو نفسیات کے نقاب میں شامل کیا جائے، دیکھو اس کی کتاب (CONFLICT & DREAMS) مطبوعہ ۱۹۱۷ء صفحہ

معلومات حاصل ہوتی ہیں، جو کسی اور طریقے سے حاصل نہ ہو سکتی تھیں۔  
 پروفیسر فرائڈ ماہر نفسیات نہیں، اگرچہ اُس نے نفسیات کا مطالعہ ضرور کیا  
 ہے۔ وہ دراصل ماہر طب ہے اور علم الاعصاب کا پروفیسر ہے۔ اپنے اس  
 مخصوص مطالعہ کے دوران میں اُسے کس کس نفسیات کی ضرورت محسوس  
 ہوئی، لہذا اُس نے اس علم کو بھی چھان مارا۔ لیکن جیسا کہ ہونا لازمی تھا، اُس  
 نے نفسیات کا مطالعہ بھی طبی نقطہ نظر سے کیا، اور خوابوں کے متعلق جو  
 کچھ اُس نے لکھا ہے، وہ زیادہ تر طبی نقطہ نظر ہی سے لکھا ہے۔ لیکن اس  
 کا یہ مطلب نہیں، کہ خوابوں کی جو تحقیق فرائڈ نے کی ہے، وہ متعلقان نفسیات  
 کے لئے بیکار ہے۔ برخلاف اس کے کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص نفسیات  
 خواب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے، وہ اُس کتاب سے کنارہ نہیں کر سکتا۔  
 یہ ممکن ہے کہ ہم اُس کے نفسیاتی عقائد سے اتفاق نہ کر سکیں، یا اُس کے  
 نظریہ خواب میں بیسیوں نقائص و اسقام دریافت کر لیں، یا اُس کو سرتاپا  
 عیب ناک سمجھ کر رد کر دیں، لیکن یہ خیالی رکھنا چاہیے کہ کسی چیز کی خیر و  
 دایجاد ایک امر دشوار ہے، اور اس کی اصلاح و ترمیم بچوں کا کھیل۔ اصلاح  
 و ترمیم کرنے والے، اگر یہ لیاؤ رکھیں کہ ان کی تمام عقلمندی و تیز فہمی اور کثرت فہمی

د نکتہ آفرینی کی اصل بنا وہ موجود یا مختصر ہے، تو وہ پھر کبھی اس کو کلمہ بد سے یاد نہ کریں۔ پر ذمیر فرآئیڈ بھی موجود مختصر ہے، اور اس لئے تمام محققین خواب کی جدت آفرینیوں کا سنگ بنیاد، وہ بادی ہے، لہذا انہیں ہے۔ اوروں کے نظریات اگر اس کے نظریے پر فائق ہیں، تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے؟ کیا ہر نقاش کا نقش ثانی نقش اول سے بہتر نہیں ہوتا؟ اس کا نظریہ چونکہ تمام نظریات خواب کا اصل اصول ہے، لہذا ہم اس کو ذرا معمول کر اور تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

فرآئیڈ کا نظریہ خواب بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس کی نفسیاتی تعلیمات مختصر بیان کر دی جائیں، کیونکہ ان کے بغیر اس کا نظریہ بالکل ناقابل فہم رہتا ہے۔

فرآئیڈ کی نفسیاتی تعلیمات کی ایک عجیب اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نزدیک کثیر التعداد شہوانی ہیجانات، بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ کثیر التعداد سادہ خلقی میلانات، جو اس کے خیال میں دوران ارتقاء

لے، تمام بیان پر ذمیر سیکرڈوکل کی بے نظیر کتاب

AN OUTLINE OF ABNORMAL PSYCHOLOGY کے باب ہشتم سے ماخوذ ہے۔

میں ممتزج ہو کر شہوانی جبلت کا باعث بننے والے ہیں، از مادہ شیرخواری ہی سے عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں..... ان سے بچے کو شہوانی لذت حاصل ہوتی ہے..... کچھ ہی دنوں بعد محتسب، اجتماعی ماحول کی سنگائی میں شکل پذیر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اب اس "محتسب" کے رجحانات اور شہوانی ایجابات میں اکثر تنازع واقع ہوتا ہے، اور فی الجملہ مقدمہ مذکور غالب آتا ہے اور بچپن کے شہوانی رجحانات کو دبانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح تقریباً چھٹے سالی موخر الذکر ایجابات، ماسوائے سیدھے وکے، اس جبرز کوکے، جو نزاکت کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا دھاتا ہے، تقریباً نیست و نابود ہو جاتے ہیں لیکن یہ ایجابات فی الواقع نیست و نابود نہیں ہو جاتے، بلکہ مضمر اور نسبتاً منفصل ہو جاتے ہیں۔ پھر جب ایام بلوغ شروع ہوتے ہیں، اور ان کے ساتھ

سلحہ اس کی تعریف آگے آتی ہے سلحہ ذرا بڑکے ہاں یہ اصطلاح اس قوت پر دلالت کرتی ہے، جس کو شہوانی جبلت استعمال میں آتی ہے؛ یا دور زمانی ہے جو اس جبلت سے آزاد ہوتی ہے، اور جو اپنے آپ کو ان ایجابات کی صورت میں ظاہر کرتی ہے، جو شعور اور فعل میں نمایاں ہونے کی کوشش کرتے ہیں، نیز ہر طرح بھوک کے مشابہ ہے اور وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے یہ جبلت شہوانی ظاہر ہوتی ہے۔

ہی تمام شہوانی نظام کی وہ توانائی افزون ہو جاتی ہے، جو خاص حالات شہوانی کی پختگی کا نتیجہ ہوتی ہے تو ضبط شدہ شہوانی رجحانات دوبارہ کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت تک "معتب" اس قدر طاقتور ہو جاتا ہے کہ یہ مختلف شہوانی رجحانات شعور یا ظاہری حرکات کی صورت میں اپنا اظہار کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ کارکن تو ہوتے ہیں، لیکن دبے رہتے ہیں۔ اس طرح ان سے مولفات کا ایک مجموعہ پیدا ہوتا ہے، جو گویا اس تمام چیز کا مرکز ہے، جس کو فریڈ "غیر شعور" کہا ہے۔ "غیر شعور" اس کے نزدیک ذہنی ساخت کا ایک حصہ ہے جو اگرچہ مختلف طریقوں سے عمل کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن جو "معتب" کی وجہ سے بالراست اپنا اظہار نہیں کر سکتا۔ "غیر شعور" کا یہ مرکز، جو پچپن کے شہوانی رجحانات کو زمانہ شیرخواری میں دبانے کا نتیجہ ہوتا ہے، تمام دوران ارتقا میں ان مختلف دبے ہوئے، یا ضبط شدہ رجحانات یا خواہشات کو کمی اپنے آپ میں ضم کرتا رہتا ہے جو "معتب" کے رجحانات کے منافی ہوتے ہیں۔

”غیر شعور“ کا جو حصہ زمانہ شیر خوارگی میں شکل پذیر ہوتا ہے، اس میں ایک ذہنی نظام یا ایک ضبط شدہ عاطفہ بہت اہمیت رکھتا ہے، اسی کو فرائیڈ نے اوڈیپس مولف کہا ہے۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے اس بات کا کہ شیر خوار بچہ شروع ہی سے اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے، اور خصوصاً اس بات کا کہ وہ اپنی ماں کی پھلتی سے دودھ پیتا ہے۔ زمانہ بلوغ میں اس مولف کی فعلیت میں اور زیادتی ہو جاتی ہے اور ماں کی طرف ایک عین شہوانی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ خواہش بالعموم ”غیر شعور“ تک محدود رہتی ہے؛ یعنی یہ کہ اس میں فعلیت تو ہوتی ہے لیکن ”شعوری فکر“ یا ظاہری نعل میں اس کا اظہار نہیں ہو سکتا۔

فرائیڈی تعلیمات میں ایک اور پیچیدگی ”قبل شعور“ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی ماہیت اور ضبط شدہ موقوفات ذہن سے ”غیر شعور“ کمرب ہوتا ہے، اور شعوری فکر سے اس کے تعلقات کی تزییع خود فرائیڈ ہی کے الفاظ میں مناسب ہوگی :-

”ہذا غیر شعوری نظام کو ایک بڑی ڈیورٹی سے تشبیہ دی جا سکتی

OEDIPUS COMPLEX OR SENTIMENT OR  
PRECONCIOUS OR

ہے، جس میں مختلف ذہنی تحریکات، افراد اشخاص کی طبع، بھری پڑی ہیں۔ اس کے قریب ہی ایک اور چھوٹا سا کمرہ ہے، جو گویا دیوان خانہ ہے۔ یہ بھی شعور کا مسکن ہے۔ لیکن ان دونوں کے درمیان، دہلیز پر ایک شخص کھڑا ہے، جو گویا پاسبان، یا چوکیدار ہے۔ یہ پاسبان مختلف ذہنی تحریکات کا معائنہ کرتا ہے، ان کا احتساب کرتا ہے، اور اگر یہ ان کو پسند نہیں کرتا تو پھر ان کو دیوان خانہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سے واضح ہو گیا ہو گا کہ خواہ یہ پاسبان کسی ہیجان کو دہلیز ہی سے لوٹا دے، یا دیوان خانے میں داخل ہو جانے کے بعد اس کو باہر نکال دے؛ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سے اس پاسبان کی چوکسی اور ہوشیاری، اور اس کی سرعتِ شناخت کا اندازہ ہوتا ہے، اور بس... شعور غیر شعور، یعنی ڈیوٹرھی میں ٹھہرنے والی تحریکات، کو دیکھ نہیں سکتا، کیونکہ یہ دیوان خانہ میں رہتا ہے۔ اس طرح ابتدائی سب تحریکات غیر شعوری رہتی ہیں۔ جب یہ دہلیز کی طرف هجوم کرتی ہیں اور پاسبان، یا محاسب ان کو دھکیل دیتا ہے، تو پھر وہ شعوری نہیں رہ سکتیں۔ اسی حالت میں ہم ان کو ضبط شدہ کہتے ہیں۔ لیکن جو تحریکات کو دہلیز

کو عبور کر جاتی ہیں سوہ بھی بالضرورت شعوری نہیں ہو جاتی۔ یہ شعوری صرف اُس وقت ہو سکتی ہیں جب یہ شعور کی توجہ اپنی طرف منکلف کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ لہذا دوسرے کرے یعنی دیوان خانے کو قبل شعوری نظام کما سنا سب ہو گا..... ضبط شدہ کی اصطلاح جب کسی واحد ہیجان کے لئے استعمال کی جاتی ہے، تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں، کہ یہ باسان یا معتصب کے انکار کی وجہ سے غیر شعوری نظام سے نکل کر قبل شعوری نظام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

اب ان مقدمات کی مدد سے ہم فرائڈ کے نظریہ خواب کو باسانی سمجھ سکتے ہیں +

فرائڈ اس عقیدے کی صداقت کا معترف ہے کہ اتفاقی احساسی ہیجانات مثلاً آوازیں اور دباؤ، مافی الاحلام کو معین کرنے میں بہت دخل رکھتے ہیں۔ لیکن اُس کا خیال ہے کہ جو تعبیر خواب دیکھنے والا اس احساسی ارتسام کی کرتا ہے، وہ مزید توجیہ کا محتاج ہے، اور فی الجملہ یہ صحیح بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا خیال ہے کہ خواب کا کوئی حصہ بھی اتفاقی نہیں ہوتا۔ ان ہی حقیر اور (بظاہر) بلاخبر اسک

تفصیل کی تحقیق و تفریح سے ہم اپنے نتائج تک پہنچ سکتے ہیں +  
 جس صورت میں کہ خواب ہم کو یاد رہتا ہے، یا جس صورت میں  
 کہ ہم اُس کو یاد کرتے ہیں، وہ صریح مافی الاحلام کہلاتی ہے۔ خیال یہ ہے  
 کہ یہ اُن ہیجانات کا مسخ شدہ مظہر ہے، جو غیر شعور کے ضبط شدہ مولفات  
 کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ ہیجانات ہر صورت میں شہوانی ہوتے ہیں۔ اس کی  
 وجہ یہ ہے، کہ یہ تمام مولفات زباند شیرخواری میں جنم لیتے ہیں، اس طرح  
 لیسیڈوان ہیجانات کی صورت میں مختلف اشیاء پر مجتمع ہوتا ہے  
 جو بعد میں ضبط کئے جاتے ہیں۔ لہذا صریح مافی الاحلام اُن شہوانی  
 ہیجانات کا مسخ شدہ مظہر بن جاتا ہے، جو اوائل عمر ہی میں مجتمع و مستقل  
 اور ضبط شدہ ہو جاتے ہیں، اور بعد میں جن کی تقویت شہوانی رجحانات  
 کے مزید ضبط سے ہوتی ہے۔ یہ نظریہ مسخ اس غرض سے ہو جاتا ہے  
 کہ محتسب کی نگاہ سے بچ کر شعور میں داخل ہو جائے خیال یہ ہے کہ  
 اس عمل سے غیر شعور کی شہوانی خواہشات کی تفسی ہو تی ہے، یہ عمل خواہ  
 کتنا ہی کم ہو، یا اُس کے نامکانی ہونے کی صورت میں یہ شخصیت کے  
 ذی شعور حصہ کے لئے چاہے جتنا تکلیف دہ ہو +

مختصر یہ کہ "غیر شعور" ایک تقریباً شخصی وجود فرض کیا گیا ہے۔ یہ قوی اور پُر فعلیت متخالفین، یعنی "غیر شعور" کو مختص "مختص" کے تنازع کے نتیجے کو دھڑول، یا برداشت کرتا ہے۔ یہ دونوں مخالفین ہر وقت برسرِ مناقشہ رہتے ہیں۔ اول الذکر تو اپنے آپ کو شعور اور جسمانی فعل میں ظاہر کرنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے، اور ثانی الذکر اس کو دبانے اور رد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک صحیح و مندرست شخص کی حیات بیداری میں "مختص" تقریباً پوری کامیابی کے ساتھ غالب رہتا ہے۔ اس کامیابی میں کبھی کبھی زبان، یا ہاتھ کی بھول سے نقص پیدا ہوتا ہے یا پھر بیکاری اور محویت کے اُن لمحوں سے، جن میں ہم خواب بیداری میں مصروف ہوتے ہیں، یا نغش قسموں سے۔ کبھی سونے کی حالت میں "مختص" خاص طور پر ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور اس کی چوکی اور ہوشیاری کم ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں "غیر شعور" اپنے شہوانی ہیجانوں کے مظاہر کو مسخ کر کے اُس کو دھوکا دیتا ہے، اور اپنی خواہشات اور خفیہ خواہی خیالات کو اس طرح مافی الاحلام میں تبدیل کر دیتا ہے کہ نیم خفتہ و نیم بیدار "مختص" ان کی اصلی شکل و صورت معلوم نہیں کر سکتا۔

یعنی یہ کہ صرف کئی خواب ایک ایسی چیز ہے جس میں متخالفین باہم صلح کر لیتے ہیں۔ پھر چونکہ "غیر شعور" اپنے اس نئے بھیس کے لئے اکثر ان اشیاء و حادثات کا انتخاب کرتا ہے جن کا حیاتِ بیداری میں غمگین تجربہ ہوا ہے، لہذا کہا جاسکتا ہے کہ تشکیلِ خواب میں شعوری نظام بھی دخل رکھتا ہے +

لہذا ایک معنی میں عملِ خواب ایک ایسا عمل ہے کہ جو سونے والے کو "غیر شعور" کے فطری انداز اثرات سے محفوظ رکھتا ہے، کیونکہ خیال یہ ہے کہ اگر "غیر شعور" کے شہوانی ہیجانوں اس طرح بھیس بدل کر شعور میں ظاہر نہ ہوں، تو اتنا صدمہ ہوگا کہ اس کی نیند حرام ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فطری خوابی خیالات زیادہ تر زمانہ شیرخواری کے مختلف اشکالِ رجحانات کے مظاہر ہوتے ہیں؛ اور اگر ہم ان کی اہمیت و نوعیت کو معلوم کر سکتے تو ثابت ہوتا کہ یہ زنا کاری اور حمل کاری کے خیالات، یا قریبی رشتہ داروں کی موت کی تمنا، یا اس کا تخیل، یا اسی قسم کی کوئی اور بات ہے۔ لیکن نیند کا اصلی محافظہ "معتب" ہے، انہ کہ خواب +

مخفی خوابی خیالات صریحی خواب میں آنے کے لئے جو ہمیں بدلتے ہیں، یا اپنی صورتِ سخن کرتے ہیں، اُس کے کئی طریقے ہوا کرتے ہیں؛ یا کہا جاسکتا ہے، کہ یہ مختلف اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان کو بھی مختصراً بیان کرنا مفید اور مناسب ہو گا +

ایجاز و اختصار، حک و اضافہ، تغیر و تبدل، اور مواد کی از سر نو جماعت بندی، مختلف طریقے ہیں خوابی احتساب کی فعلیت کے، اور مختلف ذریعے ہیں تسخیر و تحریف کے۔ پھر نفس احتساب تسخیر کا بانی مسباتی، یا اُس کے بانوں میں سے ایک ہوا کرتا ہے..... تنظیم و ترتیب کا تغیر و تبدل، نقل<sup>۱</sup> کی اصطلاح میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ اُس کی نقل کی ضرورت کا بانی "محتسب" ہے، لیکن نقل کرنا "غیر شعور" ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر شعور ہی "محتسب" کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالت بیداری میں "محتسب" مخفی خوابی خیالات کی اصلی ماہیت و نوعیت کے کشف میں مانع آتا ہے +

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ شہوانی ہیجانات صریحی مافی الاحلام، یا

شعوری نظام میں دخل ہونے کے لئے ہمیں بدلتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مختلف علامات کے ذریعہ اور راستہ سے شعور میں آتے ہیں۔ خود فراراً کا قول ہے کہ علامات سازی "ہمارے نظریہ کا عجیب ترین اور نمایاں ترین حصہ ہے" لہذا ذیل میں اس پر مختصر توجہ کی جاتی ہے۔

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہو گا کہ مخفی خوابی خیالات کو ان علامات کے اختیار کرنے کی ضرورت "مختص" کی جو کسی وہوشیاری کی وجہ سے پڑتی ہے۔ لیکن صریح خواب کا ابہام اور اس کی عدم وضاحت صرف اس تسخیر و تحریف ہی پر مبنی نہیں ہوتی۔ اگر یہ احتساب اٹھا بھی دیا جائے، تب بھی ہم خوابوں کو سمجھ نہ سکیں گے۔ اس ابہام و عدم وضاحت کی دوسری بنا غیر شعور کا یہ رجحان ہے کہ وہ اپنے آپ کو شعور میں علامت کی صورت میں ظاہر کیا کرتا ہے۔ ان ہی علامات کی وجہ سے بعض حالتوں میں خواب دیکھنے والے سے سوال کئے بغیر خواب کی تعبیر کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اشخاص کا وہ غیر شعور، چند ایسی علامات سے آراں کرتا ہے، جن سے خوابی خیالات کی اشیاء اور خصوصاً جسم کے ان حصوں

کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جن کی دلالت شہوانی ہے۔ فرارڈ لورس کے شاگردوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے بہت سی علامات کے معنی معلوم کر لئے ہیں۔ اور اس طرح کہ انہوں نے دیکھا کہ صریح خواب کی بہت سی مثالوں کی اس طریقہ سے تعبیر کرنے سے تمام خواب کی ایسی تعبیر ممکن ہو جاتی ہے، جو اس نظریہ کے، اساسی افتراض کے مطابق ثابت ہوتی ہے۔ یہ اساسی افتراض یہ ہے کہ صریح خواب، غیر شعور کی شہوانی آرزوؤں اور خواہشات کا اظہار کرتا ہے؛ یہ اظہار کسی قدر مسخ شدہ صورت میں کیوں نہ ہو +

جن اشیاء کا خواب میں علامات کے ذریعہ استحضار ہوتا ہے، ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔ جسم انسانی بحیثیت مجموعہ، والدین، بال بچے، بھائی بہنیں، پیدائش، موت، اور عریانی وغہ اشیاء ہیں۔ جسم انسانی بحیثیت مجموعی کا استحضار ایک گھر کی صورت میں ہوتا ہے۔ ..... اس گھر کی دیواریں اگر سطح اور ہموار ہیں تو یہ گھر مرد کے جسم کی علامت ہے، اور اگر اس میں منڈیریں اور سہ دریاں ہیں کہ جنہیں پکڑا جاسکتا ہے، تو یہ گھر عورت کا جسم ہے۔ والدین، بادشاہ، یا ملکہ کسی اور رفیع المذہبات

شخصیتوں، کی صورت اختیار کرتے ہیں..... بال بچے اور بھائی بہنوں کے ساتھ خواب میں اتنا اچھا سلوک نہیں کیا جاتا۔ چھوٹے چھوٹے حیوانا اور کیڑے ان کی علامات ہیں۔ پیدائش کا استحضار تقریباً ہمیشہ پانی سے ہوتا ہے؛ چنانچہ خواب دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ یا تو وہ پانی میں داخل ہو رہا ہے، یا اُس سے باہر نکلنے کے لئے ہاتھ مار رہا ہے، یا کسی اور کو ڈوبنے سے بچا رہا ہے، یا خود اس کو کوئی اور شخص اس طرح بچا رہا ہے۔ موت کے لئے سفر پر روانہ ہونے، یا ریل پر بیٹھنے کی علامت ہے حالت موت کا استحضار بہت سے غیر واضح اور مبہم اشاروں سے ہوتا ہے کپڑے اور دریاں عبرانی کی علامات ہیں +

لیکن خوابی علامات میں اکثر شہوانی علامات ہوتی ہیں؛ چنانچہ تین کا عدد مرد کے تمام آلات تناسل کی علامت ہے۔۔۔۔۔ ان علامات کا سب سے زیادہ نمایاں اور عورت و مرد، دونوں کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ حصہ ذکر ہوتا ہے۔ اس کا استحضار ان اشیاء سے ہوتا ہے، جو شکل، صورت اور خواص میں اس کے مشابہ ہیں؛ مثلاً تمام لمبی، سیدھی کھڑی ہو سکتے والی، اور انڈر گھسنے، یا باہر نکلنے والی، نوکدار

اشیاء، یا دہ اشیاء، جن میں سے پانی نکلتا ہے، مثلاً پانی کا لوہا ہی طرح  
 زمانہ آلات، تناسل کا استحضار کن تمام اشیاء سے ہوتا ہے، جو ان کی طرح  
 ایک جگہ کو محیط کر سکتی ہیں، یا جو کسی چیز کو اپنے اندر لے سکتی ہیں، مثلاً  
 بوتل، المادی، غار وغیرہ۔ لیکن اسی ضمن میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے، کہ  
 زمانہ و مردانہ علامات میں تبادل ہو سکتا ہے، اور ان کی تعبیر کسی ایک  
 صورت میں ہو سکتی ہے +

فرائڈ کو جو غلطو اپنے اس عقیدے میں ہے اس کی توضیح اس دیکھنے  
 مشکل سے ہو سکتی ہے اس کا خیال ہے کہ تمام ذراعتی اعمال کی ابتدا  
 اور لازمی شرط، انسان کی فدائی ضروریات میں نہیں، بلکہ شہوانی میلانات  
 میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان زمین میں بیلیچہ  
 و حسنا، اور گھسٹا، ہے اور ادر زمین کو بار آور بنا تا ہے، تو وہ ایک  
 خاص خرفی اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔ یہ خوشی اور اطمینان اس حرمانکار  
 اوڈو پیس ٹولف کا ہے، جس سے اپنی مال کے اندر و نول، اور اس کو  
 بار آور دھالہ، کرنے کی غیر شعوری، لیکن قوی خواہش پیدا ہوتی ہے +  
 فرائڈ کا جو نظریہ ادر بیان ہوا، وہ مختصر آید ہے کہ ہر خواب میں

نہ کوئی ایسی خواہش پوری ہوتی ہے، جو حالتِ بیداری میں کسی وجہ سے پوری نہیں ہو سکتی۔ یہ خواہشات اکثر شہوانی ہوتی ہیں۔ پھر ان خواہشات کی تشفی علامات کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ خود خواب دیکھنے والے کے لئے عمیر الفہم، اور دوسرے شخص کے لئے لمیر العجیر ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض خواب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن میں کوئی خواہش، بقیہ علامت کا جامہ پہنے پوری ہو جاتی ہے۔

بقول ڈاکٹر میکڈوگل ایک زمانہ تھا، کہ ڈاکٹر ٹونگ، پروفیسر فرائڈ کا ب سے زیادہ با اثر نائب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن فرائڈ نے بعض دیکھائی کہنا چاہیے کہ اکثر تابعین کی طرح یہ بھی آخر میں منحرف ہو گیا اور اپنی ڈیڈ ہیٹ کی مسجد الگ کھڑی کر لی۔ یہ اس وجہ سے کہ مزید مطالعہ کے بعد فرائڈ کے عقائد سے اتفاق نہ کر سکا؛ اگرچہ اصولاً اس کی اور فرائڈ کی نفسیات میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔ ٹونگ کا نظریہ خواب بیان کرنے سے قبل بھی ہم اس کے نفسیاتی عقائد کی مختصر توجیح کریں گے۔

یہ تمام بیان پروفیسر میکڈوگل کی کتاب AN OUTLINE OF ABNORMAL PSYCHOLOGY کے باب نمبر سے ماخوذ ہے

یونگ اور فرائڈ کی نفسیاتیں اس لحاظ سے تو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کہ دونوں اساساً تحریضی ہیں۔ لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ مقدم الذکر کی نفسیات کا حلیہ "اصولِ مسرت" کی وجہ سے بگڑا نہیں ہے۔ فرائڈ کی اور میری طرح یونگ بھی مقصدی جہد و جہد کو نفسیات کا سب سے زیادہ اساسی مقولہ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ تمام جہد و جہد ہماری جبلی فطرت کا نتیجہ ہوتی ہے، اور یہ کہ جبلیتیں جہد و جہد کے وظیفہ، یا اس کی قوت کے تفرقات، یا آلاتِ تفرقات ہیں۔ جو تحریضی تو انائی کی ہر قسم کی جہد و جہد میں ظاہر ہوتی ہے، اس کو یونگ لیبیڈو کہتا ہے، یعنی یہ کہ یونگ کے ہاں لیبیڈو کے معنی ان معنوں کی نسبت وسیع تر ہیں جو فرائڈ اس اصطلاح کے لیتا ہے۔ وہ اس اصطلاح کو فرائڈ کی طرح صرف شہوانی جبلت کی تو انائی تک محدود نہیں کرتا۔

یونگ کی نفسیات میں تنازع اور ضبط بہت نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں "غیر شعور" اتنے وسیع اور دور رس معنی رکھتا ہے، کہ فرائڈ کی نفسیات میں نہیں رکھتا۔ فرائڈ کے ہاں تو یہ تمام ضبط شدہ رجحانات، یا مؤلفات کا گویا ذخیرہ ہے، لیکن یونگ کے نزدیک اس میں اس کے

علاوہ اور بہت کچھ ہوتا ہے۔ یہ ان متعدد ذیلی ارتسامات کو بھی شامل ہے، جن کی طرف ذی شعور شخصیت توجہ نہیں کرتی، لیکن جو غیر شعور میں جمع اور محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ارتسامات، مع ضبط شدہ مؤلفات، اس چیز کا جزو غالب ہیں جن کو یونگ "شخصی، یا انفرادی، غیر شعور" کہتا ہے۔ لیکن "غیر شعور" میں ان شخصی اور انفرادی اجزاء ترکیبی کے علاوہ وہ چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں جو پوری کی پوری قوم میں مشترک ہوتی ہیں، یعنی یہ کہ یہ ہماری حیاتِ ذہنی کی تمام جبلتی بنیاد کو شامل ہوا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ فرائڈ اپنی بعد کی تصانیف میں ذہنِ انسانی کی خلقی بنا کو وسیع تر کرنے کی طرف مائل ہے، اور اس توسیع کی خاطر ہے کہ وہ لامارک کے اس اصول کو تسلیم کر لیتا ہے کہ جو تجربات بہت سی نسلوں میں دوہرائے جاتے ہیں، وہ تفکر، حسیات اور فعل کے مختلف شونوں کی طرف خلقی رجحانات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یونگ اس سمت میں فرائڈ سے بھی ایک قدم آگے ہے۔ اُس کا دعویٰ ہے کہ ہماری حیاتِ ذہنی کی خلقی بنا، اعلیٰ حیوانات کی جبلتوں کی طرح جبلتوں ہی کو شامل نہیں، اور نہ یہ علامتی استحضار کو

استعمال کرنے کے محض چند رجحانات کو حاوی ہے۔ اس میں ان کے علاوہ بعض ایسے میلانات بھی ہوتے ہیں، جو پختگی کے بعد بہت دُور رس طریقے سے ہمارے تفکر کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ صرف ہماری خوبی زندگی اور عصبی اختلالات کی اکثر خصوصیات ہی پر اثر انداز نہیں ہوتے، بلکہ ہماری عقلی زندگی کا بڑا حصہ بھی ان کے اثرات کو قبول کرتا ہے، چنانچہ جن صورتوں میں کہ ہماری سائنس، ہمارا فلسفہ اور ہمارا مذہب، ہماری گرد و پیش کی دُنیا اور اس دُنیا سے ہمارے تعلقات متصور ہوتے ہیں، اس کا خاکہ ہی میلانات تیار کرتے ہیں۔ مخصوص فنونِ تفکر کی طرف ان قومی میلانات کو یونگ "انموڈس" کہتا ہے۔

لہذا کہا جاسکتا ہے، کہ یونگ کا "غیر شعور"، افراد اکتساب اور ضبط کئے ہوئے موفقات کے علاوہ ذہن کی تمام خلقی ساخت کو شامل ہوتا ہے۔ اس کو وہ "جمعی غیر شعور" کہتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم یونگ کا نظریہ خواب بیان کرتے ہیں اور اس کے لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس کی مختلف تصانیف

میں سے چند ایسے جُملے جمع کر دیئے جائیں جن سے اس کا نظریہ واضح ہو جائے۔

» خواب میں صرف یہی نہیں ہوتا، کہ ضبط شدہ خواہشات کا عجیب و غریب طریقہ سے اظہار ہو جائے۔ فرآئڈ کے نزدیک تو خواب جوہراً اُن ضبط شدہ خواہشات کے لئے ایک علامتی برقعہ ہے جو شخصیت کے لُصَب العینوں سے برسرِ مناقشہ رہتی ہیں۔ لیکن میں خوابوں پر ایک مختلف زاویہ نگاہ سے نگاہ کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے نزدیک یہ بالوُلاً کسی فرد کی اُس نفسیاتی حالت کی تحت دہلیزی تصویر ہوتا ہے، جو حالتِ بیداری میں اس فرد کی ہوتی ہے۔“

وسیع تر نقطہ نظر سے لیبیڈو کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ یہ عام حیاتی توانائی ہے، یعنی یہ کہ یہ لفظ برگسان کے جو شش حیات ELAN VITAL کے ہم معنی ہے۔ ... جب کبھی عمل توافقی کے دوران میں لیبیڈو کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو یہ لیبیڈو جمع ہوتا رہتا ہے، اور اس طرح اس رکاوٹ کو رفع کرنے کے لئے اور زیادہ کوشش ممکن ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ رکاوٹ غیر قابل رفع

معلوم ہوتی ہے، اودہ فرد اس کو رفع کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا، تو یہ جمع شدہ لیبیدو رجعت پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اب بجائے اس کے کہ یہ زائد اودہ مزید کوشش میں مستعمل ہو، یہ اپنا موجودہ کام ترک کر کے ایک قدیم تر اور ابتدائی تر طریق تو افق کی طرف عود کرتا ہے.....“

خوابوں میں ہم غیر شعور کا ایک تلافی کرنے والا وظیفہ معلوم کر سکتے ہیں، جو اس بات پر مشتمل ہوتا ہے کہ انسانی شخصیت کے وہ خیالات رجحانات، اور اشواق، جو حیات شعوری میں شاذ ہی شناخت کئے جاتے ہیں، سونے کی حالت میں از خود کار کن ہو جاتے ہیں اور اس وقت شعوری عمل مثبت بڑی حد تک منقطع ہو جاتا ہے۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ خواب ہم سب کے لئے اہم اور مفید ہوتے ہیں، بشرطیکہ ہم ان کو استعمال کرنا سیکھ چکے ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ تلافی کرنے والا وظیفہ ایک نفسیاتی انضباط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ تلافی ایک مناسب طور پر متوازن فعل کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ تفکر کے شعوری عمل میں یہ لازمی ہے کہ ہم تا بہ حد امکان ایک مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور نتائج و عواقب کو متحقق کر لیں تاکہ صحیح حل معلوم ہو سکے۔“

سونے کی کم دبیش غیر شعوری حالت میں یہ عمل از خود جاری رہتا ہے۔ اس حالت میں..... وہ تمام نقطہ سائے نظر خواب دیکھنے والے کو در کم از کم التباس کی صورت میں، نظر آجاتے ہیں حالتِ بیداری میں جن کا صحیح اندازہ نہ کیا گیا تھا، یا جن کو کلیتہً نظر انداز کر دیا گیا تھا، یعنی یہ کہ جو نسبتہً غیر شعوری تھے:

”جس طرح کہ جسم اپنے قبائلی ارتقاء کے اثرات و نشانیوں پر کھتا ہے، اسی طرح ذہن انسانی میں بھی یہ اثرات و نشانیوں پائی جاتی ہیں۔ لہذا اگر ہمارے خوابی استعارات و تماشیل اسکا ناقہ قدیم طریق فکر کے باقیات صالحات ہیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟“

”ہر فرد میں اس کی ذاتی یادداشتوں کے علاوہ ”ابتدائی تشابلات“ یعنی تخمیل انسانی کے موروثی امکانات و احتمالات بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ساخت و مرغ میں مضمر ہوا کرتے ہیں۔ ذریرت کے اسی واقعہ سے اس ناقابل قبول منظر کی توجیہ ہوتی ہے کہ تمام دنیا کے افسانوں کا موضوع دواد ایک ہی ہوتا ہے..... لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں انتقال یا تواریث استحضارات (یعنی خلقی تصورات) کا قائل ہوں۔ میرا مطلب

صرف یہ ہے کہ اس قسم کے استحضارات ممکن ہوتے ہیں..... اس میں غیر شعور کی وہ تہیں منکشف ہوتی ہیں جہاں عالمگیر ابتدائی انسانی تمثالات خوابیدہ ہیں..... یہ تمثالات سب سے زیادہ قدیم عالمگیر اور گہرے خیالات ہیں، لہذا انہیں اصلی "فکری حیات" کہا جاسکتا ہے اس طرح ہم اس شے کو پالیتے ہیں، جس کو لیبیڈو انتقال کی شخصی شہوارانہ صورت سے آزاد ہونے کے بعد منتخب کرتا ہے..... ہماری مراد یہ ہے کہ یہ غیر شعور کی گہرائیوں میں اترتا ہے، اور ان چیزوں میں جان ڈالتا ہے جو مدتہائے مدید سے خوابیدہ تھیں۔ یہ ان مدون خزانوں کو منکشف کرتا ہے جن سے نسل انسانی گاہے گاہے اپنا تمام مال و متاع حاصل کرتی ہے۔ ان ہی سے وہ اپنے خداؤں اور دیوتاؤں، اور ان لطیف ترین دزبردست ترین خیالات کو کھڑا کرتا ہے، جن کے بغیر انسان انسان نہیں رہتا +

”جمعی غیر شعور ہر زمانہ کی کائنات کے تجربہ کا تلچھٹ ہے۔ یہ اس کائنات کی تشبیہ بھی ہے، جو قرنہا قرن سے معرض تکمیل میں ہے۔“

اسی اثناء میں تمثال کی بعض خصوصیات نمایاں ہو گئیں، اور غوالب کبلائیں..... لہذا جسمی شعور کے غوالب بہت اہم اور با معنی اثرات پیدا کرنے والی چیزیں ہیں، جن کی طرف بہت توجہ کی جانی چاہیے۔

”شعور جدید تمثالات اشیاء کو شامل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف شخصی غیر شعور اُس فرد کے زمانہ گزشتہ کی تمثالات اشیاء کا جامع ہے۔ بحیثیت اس کے کہ یا تو یہ بھلائی جا چکی ہیں، یا دبا لی گئی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اطلاقی یا جمعی غیر شعور بالعموم موردی عالمی تمثالات کو حاوی ہوا کرتا ہے، اور یہ تمثالات ابتدائی تمثالات، یاد دہی یا خیالی موضوعات کی صورت میں جوتی ہیں۔“

خوابوں کی تعبیر کے متعلق یونگ کا دعویٰ ہے کہ اس کا طریقہ (جس کو وہ ترکیبی تعبیری کہتا ہے) فرائڈی طریقے سے بہت آگے ہے۔ فرائڈی طریقے کو وہ عقلی تحویلی کہتا ہے۔ اس قسم تعبیر میں خواب اُن یادداشتوں میں، جن سے یہ مرکب ہوتے ہیں، اور ان جہتی اعمال میں باجو

WORLD IMAGES ۛ DOMINANTS ۛ

SYNTHETIC CONSTRICTIVE ۛ

CAUSAL REDUCTION ۛ

اُن کے پس پردہ ہوتے ہیں تو حویل کئے جاتے ہیں..... یہ عمل اپنے اتھائی افادے کو اُس وقت پہنچتا ہے جب خوابی علامات شخصی یا یادداشتوں یا آرزوؤں میں تو حویل نہیں کی جاسکتیں؛ یعنی جب اطلاقی غیر شعور کی تمثالات پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ان جمعی تصورات کو اس چیز میں تو حویل کرنا، جو شخصی ہے، صرف نامناسب ہی نہیں بلکہ مضر و ہلاک بھی ہے۔

”جن تعبیروں میں کہ خوابی علامات حقیقی اشیاء کے استحضارات سمجھی جاتی ہیں، اُن کو میں محرومی سطح کی تعبیر کہتا ہوں۔ اس کے مقابلہ میں وہ تعبیر ہے، جو خواب کے ہرگز طے کو (مثلاً وہ اشخاص جو کچھ کام کرتے ہیں) خود خواب دیکھنے والے کے ساتھ متعلق کر دیتی ہے؛ یہ موضوعی سطح کی تعبیر ہے۔ محرومی تعبیر تحلیل ہوتی ہے؛ کیونکہ یہ مافی الاحلام کو یادداشتوں کے مرکبات میں تحلیل کرتی ہے، اور ان میں اور حقیقی حالات میں تعلقات معلوم کرتی ہے۔ موضوعی تعبیر ترکیبی ہوتی ہے؛ کیونکہ یہ یادداشت کے اُن اساسی مرکبات کو جو اس مافی الاحلام کے پس پردہ ہوتے ہیں، اُن کی اصلی علیتوں سے منتشر کرتی ہے، اُن کو موضوع کے رجحانات

مجھتی ہے، اور اُن کو موضوع کے ساتھ ملا دیتی ہے۔  
 ایک مثال سے یونگ کے نظریہ اور اس کے طریق تعبیر کی توضیح  
 ہوگی:-

پردہ فیئر سیگنڈو گل خواب دیکھتا ہے کہ وہ ایک فوجی کیمپ کے  
 ختم ہو جانے کے بعد ایک دوکان پر کھڑا ہے۔ وہ ایک کرچ کے مریخ خیمے  
 کی طرف جاتا ہے، جس کا فرش سطح زمین سے کوئی تین فٹ بلند ہے۔  
 اس خیمہ کے دونوں طرف کرچ کے پردے پڑے ہیں، جن میں سے ایک  
 اٹھا ہوا ہے۔ وہ اس خیمہ کے بلند فرش پر اپنا کتا دیکھتا ہے، جو باہر نکلنا  
 چاہ رہا ہے۔ اُس کو تعجب ہو رہا ہے کہ وہ اب تک باہر کیوں نہیں  
 آگیا۔ وہ یہ پردہ گرا دیتا ہے، لیکن وہ کتا اُس کو بار بار اٹھا دیتا ہے۔ اسے  
 معلوم ہوتا ہے کہ اس خیمہ کے درمیان میں کرچ کا ایک پردہ پڑا ہے جس  
 سے اس کے دھستے ہو گئے ہیں۔ وہ گھوم کر دوسری طرف جاتا ہے اور  
 پردہ اٹھا کر کتے کو بلاتا ہے، لیکن کتے کے بجانے ایک چھوٹا سا لڑکا  
 باہر نکلتا ہے، جس کی عمر تقریباً دو سال کی ہے۔ اس کی شکل اس کے  
 بچوں کی اُس وقت کی شکل سے بہت ملتی ہے، جب وہ بھی اسی عمر کے

تھے۔ وہ بچہ اپنی حرکات سے ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس کی گود میں آنا چاہتا ہے۔ میکڈوگل اس کی التجا نامنظور نہیں کر سکتا، لہذا اس کو گود میں اٹھا لیتا ہے اور پیار کرتا ہے۔ اسی اثنا میں اس کی بیوی ایک بڑھے جنرل کے ساتھ آتی دکھائی دیتی ہے۔

یونگ اس کی تعبیر کچھ اس طرح کرتا ہے؛ یہ خواب میکڈوگل کو اُس وقت دکھائی دیا، جب وہ اپنا موجودہ مسکن ترک کر کے امریکہ میں سکونت اختیار کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ خواب میں اسی حالت کا عکس نظر آتا ہے۔ خیمہ اُس کے اور اُس کے خاندان کی خانہ بدوشانہ زندگی کی علامت ہے؛ کتا اس کی جبلی فطرت کو ظاہر کرتا ہے جو اتنی زیادہ آزادی کے لئے جدوجہد کر رہی ہے کہ انگلستان کے حالات زندگی میں میسر نہیں آتی۔ وہ اپنی اس جبلی فطرت پر پردہ ڈالے رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس طرح بند ہونا پسند نہیں کرتی۔ لڑکا میرا کبیر ہے۔ یہ جمعی غیر شعور کی ایک اور ٹھیسٹھ خواہی تمثال ہے۔ یہ اُس کے ان غیر نمویافتہ وجدانی وظائف کو مستحضر کرتا ہے، جو جبلت اور عقل کے بین بین ہے۔ وہ

ڈھیلا ڈھالا پردہ جو خیمہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے، اس واقعہ کی علامت ہے کہ دھیران اور جبلت میں بہت قریبی تعلق ہے۔ تحلیل کے زیر اثر یہ وجدانی وظیفہ بھی کھلے میدان میں آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بڑھا جنرل اس کی فطرت کے مہربان پیمانہ جھٹہ کا قائم مقام ہے۔

ڈاکٹر ڈیلو، ایچ، آر، ریورز، ایک مشہور ماہر نفسیات ہے، جو خوش قسمتی سے سائپرٹ بھی ہے، بلکہ کنا چاہیے، کہ وہ اولاً ماہر طب ہے اور ثانیاً ماہر نفسیات۔ یہ فرائڈ کی مصنفات کا مطالعہ کرتا ہے، اور اس کے عقائد کو روزمرہ زندگی میں کردار کی خلاف تیاں صورتوں، اور نفسی عصبی امراض کی توجیہ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ لیکن جنگ عظیم کے دوران میں اس کو معلوم ہوتا ہے کہ خرابوں کی مدد سے عصبی اختلال کی تشخیص کی جا سکتی ہے نیز یہ کہ جو احوال ذہنی جنگ کی وجہ سے پیدا ہونے والے عصبی امراض کے پس پردہ ہوتے ہیں ان کی اصلی نوعیت و ماہیت بھی ان ہی کے ذریعہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ لہذا فرائڈ کی طرف اپنے عام

رجحان کے زیر اثر وہ خوابوں کے متعلق اُس کی کتاب کا بہ اعلان نظر مطالعہ کرتا ہے۔ لیکن جس طرح وہ اپنے مطالعہ میں آگے بڑھتا جاتا ہے اسی طرح فریڈ کی تعلیمات کی طرف سے بے اعتمادی زیادہ ہوتی جاتی ہے جن طریقوں سے کہ فریڈ خوابوں کی تعبیر کرتا ہے، وہ اُس کو زیادہ غیر تشفی بخش نظر آنے لگتے ہیں۔ اس کو معلوم ہوتا ہے، کہ یہ تمام تعبیریں از قسم آورد اور قیاسی ہیں، اور یہ عام طریقہ اس قدر غیر حکمی ہے کہ اس سے کوئی، اور ہر ایک، دعویٰ ثابت کیا جاسکتا ہے، لیکن باوجود ان تمام باتوں کے اس کو اعتراف ہے کہ نفسیات پر جو اثرات کہ فریڈ کی تعلیم کے پڑے ہیں، ان میں سب سے زیادہ نمایاں اور اہم وہ اثر ہے، جو خواب اور تعبیر خواب کے مسئلہ پر پڑا ہے، اس کے علاوہ وہ یہ بھی مانتا ہے، کہ خوابوں کے مسئلہ کے متعلق جو انقلاب ماہرین نفسیات کے خیالات میں واقع ہوا ہے اُس کا تنہا اور واحد موجب پرفیسر فریڈ ہے، اگرچہ وہ نفسیات خوب کے متعلق فریڈی عقائد سے کئی اتفاق نہیں رکھتا +

---

۱۰ CONFLICT & DREAMS ۱۰ آئینہ تمام حوالے بھی اسی کتاب

ریورز کا خیال ہے کہ مسئلہ خواب کو حل کرنے کے لئے سب سے پہلی بڑی بات جو فرائڈ نے پیدا کی ہے، یہ ہے کہ اس نے صریحی مافی الاحلام میں تمیز کی ہے۔ متقدمین معبرین خواب صرف ان واقعات کے ساتھ دلچسپی رکھتے تھے جو فی الواقع تجربہ میں آتے ہیں۔ اگر وہ موت یا پیدائش کا خواب دیکھتے تھے تو وہ صرف یہ منکشف کرنے پر قناعت کرتے تھے کہ خواب دیکھنے سے قبل کسی دن انہوں نے مردہ دیکھا تھا، یا ان کے کسی دوست کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ یہ لوگ خوابوں کی عجیب و غریب صورت دوران کی غیر معقولیت کی توجیہ کی تکلیف نہ کرتے تھے، کیونکہ یہ توجیہ ان کے نزدیک ضروری نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں اور شاعری کی تخیلی نوعیت میں کوئی فرق نہ تھا۔

لیکن جیسا کہ ہم اس سے قبل کہہ آئے ہیں، جس صورت میں کہ خواب ہم کو دکھائی دیتا ہے، یا جس صورت میں کہ ہم اس کو بیان کرتے ہیں، اس کو فرائڈ صریحی مافی الاحلام کہتا ہے۔ یہ صریحی مافی الاحلام ایک نئے یا وہ گہرے معنوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ان ہی گہرے معنوں یا خیالات کو اس نے مخفی مافی الاحلام کہا ہے۔ صریحی اور مخفی مافی الاحلام کا فرق اور یہ عقیدہ

کہ صرف سچی مافی الاحلام گہرے معنوں کا مظہر ہوتا ہے، مسئلہ خواب کے متعلق فراڈی تعلیمات میں سے اہم ترین ہے، اور اس حد تک ریورز فراڈ سے بالکل متفق ہے +

لیکن فراڈ کا خیال ہے کہ یہ گہرے معنی ہمیشہ کسی آرزو کے پورا ہونے کی صورت اختیار کرتے ہیں؛ یعنی یہ کہ صرف سچی مافی الاحلام خواب دیکھنے والے کی خواہش کو کم و بیش علامتی صورت میں پورا کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ خواب میں خواب دیکھنے والے کی کوئی نہ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے۔ اس سے ریورز متفق نہیں۔ ریورز کا خیال ہے کہ یہ کہنا کہ صرف سچی مافی الاحلام میں خواب دیکھنے والے کی کوئی نہ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے، صرف سچی اور مخفی مافی الاحلام کے تعلق کا بالکل نامناسب اور غیر صحیح اظہار ہے۔ فراڈ کے اسی عقیدے پر تنقید کرتے ہوئے، ریورز اپنا نظریہ بیان کرتا ہے۔ ریورز کے نزدیک خواب کسی تنازع کا مظہر ہوتا ہے، اور اس میں اس تنازع کو ان ذرائع سے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو ہونے کی حالت میں قابل حصول ہوتے ہیں۔ ریورز کہتا ہے، کہ اگر ہم ذہنی تجربہ

کو مختلف طبقات، یا سطحات میں مرتب کریں، جس طرح کہ ہم نے نظام عصبی کو مرتب کیا ہے، تو کہا جاسکتا ہے کہ خواب میں تنازع کو اُن اعمال کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو سونے کی حالت میں بھی جاری رہتے ہیں۔ اب چونکہ سونے کی حالت میں اعلیٰ اور بعد میں ترقی یافتہ اعمال ختم ہو جاتے ہیں، یا اڑک جاتے ہیں، لہذا یہ کوشش اُس کوشش سے لازماً مختلف ہوتی ہے جو بحالت بیداری کی جاتی ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہوتا ہے کہ خواب کی کوشش کی عام نوعیت شیرخوارانہ ہوتی ہے، یا کم از کم اس میں وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو خواب دیکھنے کے وقت سے قبل کسی وقت پائی جاتی تھیں۔

ریورز کے نزدیک فرائڈ کے نظریہ خواب کی تیسری خصوصیت یہ ہے، کہ صریح مافی الاحلام عمل تحریف و تسمیح کے بعد خواہش کا اظہار کرتا ہے، اور اس طرح خواب کے اصلی معنی خواب دیکھنے والے کی آنکھوں سے نہاں رہتے ہیں۔ فرائڈ کا خیال ہے کہ خواب کا واحد وظیفہ، یا منجملہ دیگر وظائف کے ایک وظیفہ، یہ ہے کہ سونے والے کو اُن خیالات سے

محفوظ رکھے، جو اس کے شعور میں داخل ہو کر اس کی نیند خراب کرتے ہیں۔ خواب کو وہ نیند کا محافظ کہتا ہے۔ فرآئنڈ کا عقیدہ کہ خواب میں بیخیاالات اس طرح مسخ ہو جاتے ہیں اور ان کی صورت اس طرح بدل جاتی ہے کہ سونے والے کا شعوران کو پہچان نہیں سکتا۔ یہاں بھی ریورز فرآئنڈ سے استفادہ نہیں۔ ان دونوں میں اختلاف صرف اس قدر ہے کہ فرآئنڈ تو صریح مافی الاحلام کو مخفی مافی الاحلام کی تسخیر و تحریف کا نتیجہ کہتا ہے اور ریورز لفظ تسخیر یا تحریف پر مستترض ہے۔ اس کی بجائے وہ "استحالة" کا لفظ استعمال کرتا ہے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ صریح مافی الاحلام کسی خواہش اور مخفی مافی الاحلام کے استحالة سے پیدا ہوتا ہے +

فرآئنڈ نے اس تسخیر و تحریف کی چار مختلف صورتیں بیان کی ہیں:-  
 (۱) اختصار (۲) العراج (۳) شکل پذیر استحضار (۴) ثانوی تدقیق۔ اس باب میں بھی ان دونوں میں جنرئی اختلاف ہے۔ ریورز کے ہاں استحالة زیادہ ترین اعمال استعمال کرتا ہے۔ (۱) علامات سازی (۲) تمثیل اور (۳) اختصار۔ ان میں سے پہلے ہو اعمال فرآئنڈ کے شکل پذیر استحضار کی دو

DISPLACEMENT OF TRANSFORMATION ۵۱  
 ELABORATION ۵۲

مختلف صورتیں ہیں۔ فرائد علامات سازی کا تو قائل ہے، بلکہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، اس کو وہ اپنے نظریہ کی خصوصیت امتیازی کہتا ہے۔ تمثیل کا البتہ اس نے کہیں ذکر نہیں کیا۔

فرائد کا یہ ضابطہ کہ خواب، خواب دیکھنے والے کی کسی خواہش کو پورا کرتا ہے، ایک اور طرح بھی ناقص ہے۔ اس سے خوابی تجربات کی خوشگوائی یا ناگوائی کی توجیہ نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے ریورز کا ضابطہ نہ صرف یہ کہ فرائد کے ضابطہ کے مقابلہ میں وسیع تر ہے، بلکہ اس سے اس خوشگوائی یا ناگوائی کی توجیہ بھی ممکن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ریورز کا خیال ہے کہ خوابوں کی تاثری حیثیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ جو تنازع خواب میں ظاہر ہو رہا ہے اس کا حل کہاں تک تشفی بخش ہے۔ وہ لکھتا ہے: ”میرا قیاس ہے کہ جب خواب تنازع کا تشفی بخش حل مہیا کرتا ہے، تو... تاثر مفقود ہوتا ہے، یا بہت ضعیف، اور خفیف صورت میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن خواب جب اس حل کو مہیا کرنے میں ناکام رہتا ہے، یا جب یہ حل خواب دیکھنے والے کی عمیق ترین خواہشات کے منافی ہوتا ہے، تو یہ تاثر موجود ہوتا ہے، اور ہمیشہ ناخوشگوار صورت کا ہوتا ہے“

جب یہ حل خواب دیکھنے والے کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے، تو یہ  
تاثیر خوشگوار صورت اختیار کر لیتا ہے، لیکن اکثر خوابوں میں تاثری پہلو  
ضعیف یا غالب ہوا کرتا ہے، کیونکہ اکثر صرف وہاں موجود ہوتا ہے جہاں  
استعمال نہیں ہوتا، اور خوابوں میں تنازع کا استعمال ہو چکا ہوتا ہے اور تنازع  
کا حل علامات کے ذریعہ ہوتا ہے +

سب سے آخری بات یہ ہے، کہ فرآئڈ اور اُس کے نفسی تحلیل سکول  
نے تحلیل خواب میں زمانہ شیرخواری کے تجربات کی اہمیت میں بہت  
مبالغہ کیا ہے۔ اس کے برخلاف ڈاکٹر ریورز نے یہ عقیدہ پیش کیا ہے  
کہ اگرچہ خواب میں خواب دیکھنے والا بالضرورت اپنے اوائل عمر کی ذہنی  
فعلیت کی طرف عود کرتا ہے، یعنی وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جس کو اُس  
کی گذشتہ زندگی سے تعلق ہے۔ تاہم جو تجربہ کہ خواب میں شامل ہوتا ہے  
اور جو خواب کا معمول ہوتا ہے، وہ خواب دیکھنے والے کے بعد یہ تجربات  
سے ماخوذ ہوا کرتا ہے +

مختصر یہ کہ ریورز کا عقیدہ ہے، کہ خواب اُن تنازعات کو سونے کی

حالت میں مل کرنے کی کوشش ہے، جو حالتِ بیداری میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواہشات اور آرزوئیں کہ بقول فرآئڈ خواب میں پوری ہوتی ہیں، وہ بھی تو کسی نہ کسی حد تک تنازع پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ اگر ہماری آرزو کی غایت کے حصول میں رکاوٹ پیدا نہ ہو تو پھر آرزو پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس طرح فرآئڈ اور ریورز کے ضوابط ہم معنی ہو جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ریورز اس بات پر معترض نہیں، کہ خواب کا مقصد خواہش، یا تمنا کی صورت میں بیان کیا جائے۔ اس کا اعتراض اس عقیدہ پر ہے، کہ خواب بالضرورت خواہش یا تمنا کو پورا کرتا ہے۔ چنانچہ ریورز نے اکثر خواب اس قسم کے بیان کئے، اور ہم خود اپنے تجزیوں سے ریورز کی تائید کر سکتے ہیں کہ جن میں خواہش، یا تمنا پوری ہونے کے بجائے ناکام رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریورز کا ضابطہ فرآئڈ کے ضابطہ کی بنسبت وسیع تر ہے، اور جیسا کہ ہم پیچھے کہہ آئے ہیں، اس سے ماخوذ کی توجیہ بھی ہو جاتی ہے +

اوپر ہم نے ریورز کا نظریہ خواب کا فی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے

اگرچہ ہمیں انسوس ہے، کہ قلت گنجائش کی وجہ سے ہم اور زیادہ تفصیل کو کام میں نہ لاسکے۔ یہ نظریہ ریورز کے اجتہاد فکر اور عمق نظر پر ڈال ہے لیکن کیا وہ فرائیڈ سے مستغنی ہے؟

ڈاکٹر سیکڈوگل ڈاکٹر ٹونگ کا شاگرد ہے لہذا بالواسطہ پرنسپل فرائیڈ کا شاگرد ہے خود سیکڈوگل کو اعتراف ہے کہ اس کے نفسیاتی عقائد فرائیڈ کے نفسیاتی عقائد سے بہت مشابہت رکھتے ہیں، اگرچہ کہیں کہیں اختلاف بھی ہے۔ اسی طرح سیکڈوگل شاگردی کے باوجود ڈاکٹر ٹونگ سے بھی مختلف ہے۔ لازمی نتیجہ ان تمام اختلافات کا یہ ہوا کہ اس نے ماہیت خواب کے متعلق ایک الگ نظریہ قائم کیا۔ خود سیکڈوگل ایک بڑا شرف بہن مفکر ہے، اور نہایت مشاق و تجربہ کار مشاہد و محلل۔ یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ وہ نفسیات کے ایک فریب کا بانی ہے۔ لہذا نامناسب نہ ہوگا اگر اس کا نظریہ بھی مختصراً بیان کر دیا جائے۔ لیکن یہ خیال رہنا چاہیے کہ خود سیکڈوگل اس کو نہ تمام کہتا ہے +

سیکڈوگل لکھتا ہے "میرے جن خوابوں کی تعبیر ممکن ہوئی انہیں

پایا گیا کہ کوئی نہ کوئی کم و بیش ضبط شدہ تاثری حالت ان خوابوں کی قوت محرکہ تھی۔ ان میں سے اکثر کو میرے شغل اور میرے مستقبل سے تعلق تھا۔ اب ایک بڑا سوال یہ ہے کہ خواب اکثر استعاروں اور تصاویر و تمثیل کی صورت کیوں اختیار کرتا ہے؟ میں فریڈ کے اس جواب کو تسلیم نہیں کرتا، کہ ایک ضبط شدہ رجحان شعور میں اپنے آپ کو ظاہر کر کے..... مسرت یا تشفی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا یہ محسب، کی نگاہ سے بچنے کے لئے اپنا حلیہ بگاڑ لیتا ہے۔ یہ سب گمراہ کن لغویات ہیں۔ میں ڈاکٹر ٹونگ کا جواب تسلیم کرتا ہوں کہ خواب میں ہم تفکر کی ابتدائی تراداد نے صورت کی طرف رجعت کرتے ہیں، اور یہ تفکر زیادہ تر بصری تشابہات کی صورت میں اور ان کی مدد سے واقع ہونے کی طرف مائل ہوتا ہے، نہ کہ الفاظ، اور خصوصاً بھت زیادہ مجرد اور عمیم الاطلاق الفاظ کی مدد سے۔

”یہ باور کرنے کے درجہ موجود ہیں کہ یہ تصویری تفکر، جو زیادہ تر بصری معنی کی صورت میں ہوتا ہے، ایک ابتدائی طریق تفکر ہے، اور یہ کہ یہ شخصی ارتقائی اور قبائلی ارتقائی، دونوں حیثیتوں سے، اس مجرد تفکر پر

پر مقدم ہے، جو زبان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ بچوں کا تفکر نمایاں طور پر اسی طرح کا ہوتا ہے۔ پھر کالین نے ثابت کیا ہے کہ علماءِ برصغیر ہو کر مجرد لفظی تفکر کے بجائے یہی قدیم اور ابتدائی تصویری تفکر اختیار کر لیتے ہیں۔ زمانہ حال کے اکثر وحشی اقوام اب بھی یہی طریق تفکر رکھتے ہیں۔ ان کے صاف، واضح اور غیر مبہم اشاروں سے معلوم ہوتا ہے، کہ جب کبھی وہ کسی واقعہ کو بیان کرتے ہیں تو کوئی تفصیل چھوٹنے نہیں پاتی +

”ہم فرض کر سکتے ہیں کہ نیند میں دماغ کے وہ حصے، جن کو زیادہ نمایاں اور بعد میں اکتساب کئے ہوئے، لفظی اور مجرد طریق تفکر سے تعلق ہے، بحالت سکون ہوتے ہیں۔ یہ گویا دن کی مصروفیت کے بعد آرام کرتے ہیں، اور تمام میدان ادنیٰ، ابتدائی، اور کم تکان پیدا کرنے والے طریق تفکر کے لئے چھوڑ دیتے ہیں +

”اس کے ساتھ ہی ذہن کے وہ اعلیٰ ترین دطائف بھی نسبتاً سکون کی حالت میں ہوتے ہیں، جو شعور ذات کے تفکر اور تصرف پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لہذا تلب کے نشہ کی طرح، جب دماغ کے نازک ترین

وظائف مختلف ہو جاتے ہیں، تب بھی ایک شخص کے تاثری رجحانات آزادی کے ساتھ اور پورے طور پر ظاہر ہو جاتے ہیں، کیونکہ اب یہ اُن اعلیٰ ترین وظائف استماعی اور تنقیدی تصرف سے نجات پالیتے ہیں +

”اس کے علاوہ اگر ہم کسی پیچیدہ صورتِ حالات یا سلسلہِ واقعات کو الفاظ استعمال کئے بغیر، یا اپنے ذمیرہ الفاظ کے مجرد تر اور بعد میں ترقی یافتہ حصوں کے استعمال بغیر اپنے ذہن میں لانا چاہیں، تو ہم کو احوال استعارتی اور علامتی تخیل کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے“

مسئلہ خواب کے متعلق بڑے بڑے نظریات اوپر بیان ہو چکے۔  
 تارمین نے باسانی معلوم کر لیا ہو گا کہ یہ سب کے سب فراڈی نظریہ  
 ہی کی مرتبہ صورتیں ہیں۔ ریورز کا نظریہ تو خصوصاً فراڈی نظریہ کی فرع  
 ہے۔ اسی طرح مسٹر مینسلے فراڈی عقاید پر غور کرتا ہے اور اصولاً اُن

AN OUTLINE OF ABNORMAL PSYCHOLOGY

سے متفق ہے۔ لیکن ریورز کی طرح وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آفر انڈی  
 ضابطہ بہت محدود ہے۔ لہذا وہ اس کے بجائے ایک وسیع تر ضابطہ اختیار  
 کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ”خواب اس نفسی مواد کی کم و بیش  
 تبدیل شدہ نقل ہے، جس کا کم از کم ایک حصہ خواب دیکھنے والے کے  
 جدید تجربہ سے ماخوذ ہوتا ہے۔ یہ تجربہ بعض اوقات بالکل نا تمام اور  
 عسیر التعلیل ہوا کرتا ہے، لیکن اکثر یہ تجربہ کسی ایک مؤلف کا استحضار  
 کیا کرتا ہے کہ جس کے ساتھ ایک نمایاں تاثر بھی ہوتا ہے۔ خوابیدہ ذہن  
 کا اس تاثر کو ظاہر کرنا خواب کا تنہا محرک ہو سکتا ہے۔ لیکن اکثر اوقات  
 اس کے ساتھ ساتھ طلبی عناصر بھی ہوتے ہیں، اور خواب میں یقیناً  
 بصورت فعل متحقق ہو سکتی ہے۔ جب یہ خواب دیکھنے والے کی  
 حالت بیداری کی ”آرزو“ اور پوری طرح شعوری ہو یا کم و بیش ضبط شدہ  
 کے مطابق ہوتا ہے، تو وہ عام صورت پیدا ہوتی ہے، جس کی عموت  
 پر فرائنڈ نے زور دیا ہے۔ جہاں یہ آرزو ضبط شدہ ہوتی ہے یعنی  
 جہاں یہ شعور میں داخل نہیں ہو سکتی، تو خواب علامات و رموز سے

بھر جاتا ہے، اور خوابی تشکلات اور محرک خواب میں کوئی علاقہ نظر نہیں آتا، حالانکہ محرک خواب غیر مشتبہ ہوتا ہے۔ اس حالت میں یہ تعلق ایک مخصوص خواب کے اجزائے ترکیبی کی نفسی تحلیل سے منکشف کیا جاتا ہے، اور جب یہ عمل مکمل ہو جاتا ہے تو محرک خواب از خود روشنی میں آجاتا ہے + اس تمام بنا سچ پر تال کو ختم کرنے سے قبل دو اور چھوٹے چھوٹے نظریات کا ذکر بھی خلی از فائدہ نہ ہو گا۔ یہ دونوں نظریات مطالعہ باطن کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، یعنی یہ کہ دونوں میں خواب دیکھنے والے سے کہا جاتا ہے، کہ جاگنے کے فوراً بعد اپنا خواب بیان کرے۔ ان میں سے ایک نظریہ مس کالکٹس کا ہے۔ اس نے صرف صحیح ادماغ و صحیح الذہن اشخاص کے خوابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ خواب عموماً صبح کی ہلکی نیند میں دکھائی دیتے ہیں اور یہ کہ خواب دیکھنے اور حیات

لے Miss. CALKINS صفحہ ۱۷۱-۱۷۲ تفصیل کے لئے دیکھو باب ۱۱ THE NEW PSYCHOLOGY ۱۵ ثبوت یہ ہے، کہ ہمارے خواب شاد ہی پورے ہوتے ہیں۔ اکثر ہم خواب کے دوران ہی جاگ اُٹھتے ہیں خوابوں کے متعلق یہ ایک بہت دلچسپ سوال ہے کہ گہری نیند میں خواب دکھائی دیتے ہیں یا نہیں اس میں ماہرین مختلف رائے ہیں، اند کوئی قطعی اور آفری فیصلہ اب تک نہ ہو سکا۔ انوس ہے کہ ہم اس پر مفصل گفتگو نہیں کر سکتے +

بیداری کے تجربات میں بہت قریب کا تعلق ہوتا ہے۔ القیاسات، واقعات اور وقت کی تسبیح و تحریف، خوابوں میں بہت کثیر الوقوع ہوتی ہے۔ مس کالکٹس خوابوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتی ہے (۱) احضاری یعنی دُہ جن کی تحریک حواس خمسہ ظاہری میں سے کسی ایک، یا زائد کی فعلیت سے ہوتی ہے (۲) استحضاری یعنی دُہ جن کی تحریک حواس خمسہ باطنی کی فعلیت سے ہوتی ہے۔ اکثر خواب بصری ہوتے ہیں، اور اس کے بعد علی الترتیب سمعی، لمسی، ذوقی و شہتی۔ چونکہ حالت بیداری میں ہمارے آلات بصارت بہت زیادہ کام کرتے ہیں، لہذا بصری خواب سب سے زیادہ کثیر الوقوع ہیں۔ برعکس اس کے ماہرین موسیقی کے خواب زیادہ تر سمعی قسم کے ہوتے ہیں +

دُہ جن نظر یہ سائنس دانوں کا ہے۔ اس نے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے طبعی خوابوں کے علاوہ مجرموں، حیوانوں، پانچلوں، اور عصبی امراض، مثلاً اختناق الرحم، مصروع، ضعف عصبی، کے مریضوں کے خوابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حیوانات اور بہت

چھوٹے بچے بھی خواب دیکھتے ہیں، اور یہ کہ بوڑھوں کے خواب جوانوں کے مقابلہ میں بہت کم واضح ہوتے ہیں۔ بوڑھے اشخاص جس طرح جدید ترین واقعات کو یاد نہیں رکھ سکتے، اسی طرح وہ جاگنے کے فوراً بعد ہی خوابوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اختناق الرحم کی حالت میں خواب بہت شدید ہوتے ہیں۔ ان میں جذبی رنگ آمیزی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ صرع کے خواب اختناق الرحم کے خوابوں کی بہ نسبت کم پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ضعف عصبی کے مریض اکثر خواب دیکھتے ہیں۔ اور ان کے خواب اختناق الرحم کے مریضوں کے خوابوں کے مشابہ ہوتے ہیں، اگرچہ ان کی شدت کم ہوتی ہے اور جاگنے کے بعد وہ یاد بھی نہیں رہتے۔ باگل لوگ اکثر اوقات اپنے اولام و غویات ہی کو خواب میں دیکھ لیتے ہیں۔

۲۸ مئی ۱۹۱۷ء کو پروفیسر ہنری برگساں نے برٹش سوسائٹی فار سائیکالکل ریسرچ کے سامنے اپنا خطبہ افتتاحیہ پڑھا۔ اس میں وہ دور اثری پر بحث کرتے ہوئے ذہن و دماغ کے تعلق کی بابت اپنے خیالات کی توضیح کرتا ہے

TELEPATHY

SOCIETY FOR PSYCHICAL RESEARCH

اس ضمن میں وہ کہتا ہے:-

دماغ کا کام یہ ہے کہ کسی نفل کی یاد تازہ کرے اور اس یاد کو حرکت کی صورت میں خلعت دوام بخشنے۔ اگر ہم ان تمام واقعات و مخلوقات کو دیکھ سکتے، جو دماغ کے اندر واقع ہوتے ہیں، تو ہم کو معلوم ہوتا کہ جو کچھ وہاں واقع ہوتا ہے، وہ حیاتِ ذہنی کے ایک چھوٹے سے حصہ کے مقابل ہوتا ہے۔ دماغ حیاتِ ذہنی میں سے صرف اُس چیز کو نچوڑ لیتا ہے، جو بشکل حرکت مستحضر کی جاسکتی ہے +

یعنی یہ کہ دماغ وہ چیز ہے جس کی مدد سے دہن اپنے آپ کو عوارض حالات کے عین مطابق بنا سکتا ہے۔ یہ گویا وہ آلہ ہے جس سے زندگی کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اگر یہ مختل ہو جاتا ہے تو خواہ یہ اختلال کسی قدر حقیر کیوں نہ ہو، ذہن اور عوارض حالات کی مطابقت باقی نہیں رہتی اب ذہن آوارہ پھرنے لگتا ہے، یا خواب دیکھنے لگتا ہے۔ فساداتِ ذہنی کی اکثر صورتیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ منجملہ اور کاموں کے دماغ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ ذہن کی نگاہ کو لے۔ یہ تلم عبارت پر و فیصر بر گساں کے انگریزی مترجم کے مقدمہ سے منقول ہے۔

محدود کرے، اور اس طرح اس کو زیادہ کامیاب اور با اثر بنائے۔ اس کی بہترین مثال ہم کو حافظہ میں ملتی ہے، جہاں دماغ کا کام یہ ہے کہ ہمارے تجربوں کے بیکار حصوں کو دبا کے مفید حصوں کو بروئے کار لائے۔ لیکن باوجود اس کے بعض بیکار یا خوابی یادداشتیں پھر بھی رُونما ہو ہی جاتی ہیں، اور ممیز اور واضح یادداشتوں کے گرد غیر واضح اور غیر ممیز حاشیہ بن جاتی ہیں۔ اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ ہمارے آلاتِ حس کے مفید ادراکات اُس انتخاب کا نتیجہ ہیں، جو ہمارے آلاتِ حس ہمارے افعال کے فائدہ کے لئے کرتے ہیں، لیکن پھر بھی ان ادراکات کے گرد ایسے مبہم ادراکات کا حاشیہ ہے جو غیر معمولی اور غیر طبعی دونوں صورتوں میں واضح ہو جا سکتے ہیں، تو ہم کو تعجب نہ ہونا چاہیے۔ بعینہ یہی وہ صورتیں ہیں جن کی نفسی تحقیق ہونی چاہیے۔

افعال ذہنی کا یہی تخیل پر ڈیسیر برگسٹان کے نظریہ خواب کی پہلے ہے جو اوراق آئینہ میں نذر ناظرین ہے۔ یہ دراصل ایک لکچر ہے جو پرڈیسیر برگسٹان نے انسٹیٹیوٹ سائیکا لوجیک کے سامنے ۲۶ مارچ ۱۹۱۷ء کو دیا تھا۔ اس لکچر میں برگسٹان نے خوابوں کے متعلق

ہماری معلومات میں بہت سے اضافے کئے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلی بات جو اُس نے واضح کی، یہ ہے کہ خواب ہمارے معمولی اور روزمرہ اور اکات سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہوتے، حالانکہ عام طور پر ان کو بہت، یا بالکل مختلف سمجھا جاتا ہے۔ دلوں میں احساسی ارتسام وہ خام مواد ہوتا ہے کہ جو حافظی تمثالات کی مدد سے ایک خاص سانچے میں ڈھالا جاتا ہے، اور جس کی تجدید کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے یہ خیال بھی واضح کیا ہے کہ نیند حالت بے ہنگی و بے غرضی کا دوسرا نام ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے، برگساں پہلا فلسفی ہے، جس نے نیند کی اس خصوصیت کی طرف توجہ دلائی ہے، اور اب تو تقریباً ہر ماہر نفسیات اسی تعریف کو اختیار کرتا ہے۔ پھر اسی لکچر میں برگساں سب سے پہلی مرتبہ اس خیال کو زیر بحث لاتا ہے کہ ذات میں اشتداد کے مختلف مدارج ہو سکتے ہیں۔ اس نظریہ کی طرف اُس نے اپنی تصنیف ”مادہ اور حافظہ“ میں اشارہ کیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اس کتاب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے اُس کفر کو توڑا ہے، جس کی بنا ایک ہی

سال قبل پر دھیر فرماؤ گے، ہاتھوں پڑی تھی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فرماؤ گے کے نزدیک ہم میں سے ہر ایک کا غیر شعور محض ناپاک اور کردہ خیالات و ہیجانات کا ذخیرہ ہے، جو اپنی ناپاکی اور کردہ ہیئت کی وجہ سے حالت بیداری کے شعور میں داخل نہیں ہو سکتا، کیونکہ "مختب" اس کے اس دخول میں مانع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس برگساں کا عقیدہ ہے کہ غیر شعور اس قدر ناپاک نہیں ہوتا۔ اس میں اچھے خیالات و ہیجانات بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی، خوشگوار بھی ہوتے ہیں اور ناخوشگوار بھی یہ کتنا صحیح تر ہو گا کہ ہماری تمام کی تمام گزشتہ زندگی کہیں نہ کہیں محفوظ رہتی ہے، اور یہی گزشتہ زندگی خواب کی تشکیل میں حصہ لیتی ہے + عوام کے لئے برگساں کا نظریہ اس لحاظ سے دلچسپ ہو سکتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ اپنے بعض عام اور مانوس خوابوں کی توجیہ کر سکتے ہیں۔ ذرا سی مشق سے وہ خود اپنے خوابوں کی تعبیر کرنا سیکھ جاسکتے ہیں اور اس طرح اپنے اس سہری اور غیر منفک رفیق کی پریشانی خیال کو سمجھ سکتے ہیں، جن کو ہم خوابی ذات کہہ سکتے ہیں + خوابوں کے متعلق جو کچھ لکھا اور کہا گیا ہے، وہ کچھ تو اوراق مابین میں بیان ہو چکا، اور کچھ آئندہ اوراق میں آنے والا ہے۔ تارٹین نے

دیکھا ہوگا کہ ہم نے ہر جگہ تنقید سے اجتناب کیا ہے۔ یہ دو وجہ سے: ایک تو یہ کہ تنقید سے یہ مقدمہ اور زیادہ طویل ہو جاتا، اور یہ چھوٹا سا رسالہ اس قدر طویل مقدمہ کا یقیناً متحمل نہیں ہو سکتا۔ دوسری اور بڑی وجہ یہ ہے کہ اس مقدمہ کا مقصد مغرب کے مسلم علماء و فن کی ترجمانی ہے، نہ کہ شرح و تفسیر کے ذاتی خیالات و آراء کی اشاعت۔ جو مختلف نظریات کے پیچھے بیان ہونے، یا جو نظریہ کہ اب بیان ہونے والا ہے اس کی تائید یا تردید ہم نے مثال قاری پر چھوڑی ہے۔ تاہم اتنا کہ بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ گذشتہ تمام نظریات فلسفیوں کی مخصوص روشنگاریوں اور نکات آفرینیوں کا نہایت عمدہ نمونہ ہیں۔ ہر جگہ ایک معمولی اور سیدھے سادے واقعہ کو توڑ مروڑ کر اپنے نظریہ کے مطابق بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی قسم کی باتیں تو ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک عامی علماء و ماہرین کے نظریوں کی طرف سے بے اعتقاد ہو جاتا ہے، اور ان کے ہر قول کا جواب ایک معنی خیز قسم سے دیتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے نزدیک برگساں کا نظریہ باقی سب پر غالب ہے۔ برگساں نے نہر کے پیچھے سے ہاتھ پھرا کر ناک پکڑنے کی کوشش

نہیں کی ہے۔ وہ جو واقعہ خواب میں دیکھتا ہے، اُس کو "فلسفہ" کے رنگ میں رنگے بغیر حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خوابوں کی ایک حد تک ناقابل توجیہ نیرنگیوں اور بولچلیوں کی توجیہ کے لئے وہ "بغیر شعور" "مخمسب" "مضبوط" "رجبت" اور اسی طرح کے اور طلسم استعمال نہیں کرتا۔ وہ خوابوں کے اسرار و اکرانے کے لئے اسمِ عظیم کی تلاش میں سرگردان نہیں پھرتا، بلکہ ہر سیر کو وہ اپنی طبعی و ذاتی کوشش سے داکرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ برگستان نے خوابوں کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا حرفِ حرف صحیح ہے۔ حقیقتِ الامر تو یہ ہے کہ جتنے نظریے کہ اس رسالہ میں مذکور ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ہر قسم کی خوابوں کی تحلیل و تعبیر کے لئے کافی ہو۔ مثلاً لائیڈی گرس کا ایک خواب ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:-

۱۹۰۵ء میں میلوخاند علاقہ سیلسیری کی طرف سے پارلیمنٹ

کالبرل امیدوار تھا۔ ہمارے بچے کلائڈز میں اپنے دادا دادی کے پاس

SALISBURY at VISCOUNTESS GREY

CLOYDS

تھے۔ یہ وہ دن تھے جب موٹر کا بہت زیادہ رواج نہ تھا۔ اس کے علاوہ ہم دونوں بہت مصروف رہا کرتے تھے۔ نتیجاً اس کا یہ ہوتا تھا کہ ہم ہفتوں اپنے بچوں کی صورت نہ دیکھتے تھے ہمارا بچہ بچم اس وقت سات سال کا تھا۔ یہ بیمار ہوا۔ اس کی خیریت کا تار میرے پاس روزانہ آیا کرتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ابھی تار نہیں آیا تھا میں نے اپنے خاوند سے کہا میں آج بہت خوش ہوں، کیونکہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ تم کا بخار کم ہے اور وہ سوراہا ہے؟

بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات اس کی نرس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ اُس نے بیان کیا کہ دروازہ کھلنے لود میرے اندر داخل ہونے سے اس کی آنکھ کھلی۔ میں بچہ کے بستر کے پاس گئی اور جھباک کر اُسے دیکھنے لگی۔ اُس نرس کے لئے میں بالکل وہی تھی، لیکن فرق یہ تھا کہ میں خاکستری کمر سے بنی ہوئی تھی۔ اُس کا بیان ہے کہ میں اپنا اطمینان کر لینے کے بعد کمرے سے باہر نکل

گئی۔ میرا ہر نکلنا بھوتوں کا سا نکلنا د تھا، بلکہ عام اور معمولی  
طور پر میں روانہ ہو گئی +

کوئی نظریہ ہے جو اس خواب کی تشفی بخش توجیہ کر سکتا ہے؟  
پھر یہی ایک صنف خواب نہیں، جو اس وقت تک ناقابل توجیہ  
ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے خواب ہیں، جو "فلسفہ" کی دسترس  
سے باہر ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت عمدہ، گو مختصر، تفسیر ہے  
اس قول ربانی کی، کہ

وَمَا مَخْنُوبًا وَيْلَ الْأَعْلَاءِ بِمَا عَمِلُوا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# نفسیاتِ خواب

جس موضوع پر ہم یہاں گفتگو کرنے والے ہیں، وہ بہت پیچیدہ ہے اس میں ہر قسم کے مشکل اور متعلق سوالات پیدا ہوتے ہیں، جن میں سے بعض نفسیاتی ہیں، بعض عضویاتی، اور بعض الہیاتی یا بعد الطبیعیاتی۔ اس پر مفصل و مکمل بحث تو بہت طویل ہوگی، اور ہمارے پاس وقت بھی بہت تھوڑا ہے۔ لہذا میں اجازت چاہتا ہوں کہ مزید تہدید کے بغیر، اور غیر ضروری باتوں کے حذف کے بعد، اپنے موضوع کو شروع کر دوں

خواب کچھ ایسا ہوتا ہے میں اشیاء کا ادراک کرتا ہوں، حالانکہ کوئی شے فی الواقع موجود نہیں۔ میں آدمیوں کو دیکھتا ہوں، اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ان سے باتیں کر رہا ہوں، اللہ ان کے جوابات سن رہا ہوں۔ لیکن اصل میں نہ کوئی شخص ہے، اور نہ میں نے کوئی بات کی ہے، یہ تمام ایسا ہے گویا حقیقی اظہیا، اور حقیقی اشخاص موجود ہیں، اور جاگنے کے بعد سب غائب ہو چکے ہیں۔ سوال یہ ہے، کہ یہ کس طرح ہوتا ہے؟

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ فی الواقع کوئی چیز موجود نہیں؟ میرا مطلب یہ ہے کہ کیا حالتِ بیداری کی طرح سونے کی حالت میں بھی ہماری آنکھوں، ہمارے کانوں، دماغ کے سامنے کوئی مواد نہیں ہوتا؟

تھوڑی دیر کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لو، اور دیکھو کہ تمہارے سامنے نظر میں کیا تماشا ہو رہا ہے۔ اکثر اشخاص تو اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں، کہ کچھ بھی نہیں؛ یعنی یہ کہ وہ کچھ دیکھتے ہی نہیں۔ ان کے اس جواب سے ہم کو تعجب نہ ہونا چاہیے اس وجہ سے کہ

تشفی بخش مشاہدہ ذات کے لئے ایک خاص مشق و تربیت درکار ہوتی ہے۔ لیکن ذوالملغ پر زرد ڈالو اور غور کرو تو تم رفتہ رفتہ بہت سی باتیں معلوم کر سکتے ہو۔ چنانچہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہیں ایک سیاہ زمین دکھائی دیتی ہے جس پر کبھی کبھی چمکدار نقاط آتے جلتے، اور آستلی اور نرمی سے اترتے چڑھتے ہیں۔ یہ نقاط اکثر مختلف لالوان ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ کبھی تو بہت پھیکا ہوتا ہے، اور بعض اشخاص کے لئے اس قدر شومخ ہوتا ہے کہ حقیقت اُس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ یہ نقاط پھیلتے اور سکراتے ہیں، اپنی شکل اور اپنا رنگ بدلتے ہیں اور ان کے آپس میں ایک دھکا پھیل سی رہتی ہے۔ بعض اوقات یہ تغیر اور تبدیل سست اور بتدریج ہوتا ہے، اور بعض دفعہ اتنا تیز کہ معلوم ہوتا ہے کہ طوفان آیا ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ خانوں خیال کہاں سے آتا ہے؟ ماہرین عضویات اور ماہرین نفسیات، دونوں نے رنگوں کی اس آمد و شد کا مطالعہ کیا ہے، اور "بصری طیف" اور "رنگین نقاط" "ناسفین" وغیرہ مختلف ناموں سے اس کو موسوم کیا ہے۔

COLOURED SPOTS OF OCULAR SPECTRA  
PHOSPHENES

اس کی توجیہ دہ یا تو شبکیے میں دوہا بن خون کے مستمر خفیف تغیرات سے کرتے ہیں، یا اس دباؤ سے جو آنکھ کے پردے کی وجہ سے عدتہ چشم پر پڑتا ہے، اور جس کی وجہ سے عصب بصری میکا نکی طور پر تنہج ہو جاتی ہے۔ لیکن اس واقعہ کی توجیہ اور اس کے ناموں سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ ہمارے لئے صرف اتنا معلوم کر لینا کافی ہے، کہ اس کا تجربہ ہر جگہ، اور ہر شخص کو ہوتا ہے، اندیشہ یہ ہے یہ بھی کیوں نہ کہہ دوں کہ یہی وہ ”مواد ہے جس سے خواب بنتے ہیں“

تیس، یا چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ الفس ڈموری، اور تقریباً اسی زمانے میں سینٹ ڈینس کے ایٹم دھاروی نے معلوم کیا تھا کہ عین سونے کے وقت یہ رنگین نقاط اور متحرک صورتیں مجتمع ہو جاتی ہیں، ایک جگہ جم جاتی ہیں، اور ان اشخاص و اشیاء کا رُوپ اختیار کر لیتی ہیں، جو ہم کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ لیکن اس مشاہدہ کو قبول کرنے میں جلدی نہ کرنی چاہیے، کیونکہ یہ ان ماہرین نفسیات کا مشاہدہ ہے، جو ابتداء ہی سے نیم خوابیدہ ہیں۔ اسی زمانہ

مال میں بدل پونہ سو روپیہ کی ایک امریکی ماہر نفسیات، پروفیسر لیڈ نے ایک صحیح ٹرا لیکن عسیر الاستعمال، طریقہ اختراع کیا ہے۔ یہ طریقہ عسیر الاستعمال اس وجہ سے ہے کہ اس کے لئے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ صبح کے وقت جاگنے کے بعد آنکھیں بند رکھی جائیں، اور وہ خواب چند ٹائمنوں کے لئے روک رکھا جائے، جو ہماری آنکھوں کے سامنے سے آہستہ آہستہ محو ہو رہا ہے، اور جو تھوڑی دیر کے بعد ہمارے حافظہ سے یقیناً بالکل محو ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تمام عمل بہت مشکل ہے، اور صرف سخت کوشش اور متعدد اعادوں کے بعد یہ ممکن ہوتا ہے، اور پھر فیرے وقت اس کی عادت پڑتی ہے۔ اس طرح کرنے سے خواب کے اشخاص و اشیاء نہایت آہستگی سے ناسفین میں بدل جاتے ہیں، اور ان رنگین نقاط کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، جو آنکھ بند کر لینے کے بعد ہمارے تجربے میں آتے ہیں۔ مثلاً ہم اخبار پڑھتے ہیں۔ یہ ایک خواب ہے۔ جاگنے کے بعد اخبار کا معین و واضح خاکہ تو غائب ہو جاتا ہے،

اور ایک سفید دھبہ باقی رہ جاتا ہے، جس پر کہیں کہیں سیاہ نشان نظر آتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ اسی طرح ہم خواب میں سمندر کی تہ پر آتے ہیں۔ ہمارے ارد گرد زردی مائل خاکستری موجیں پھیلی ہوئی ہیں، جن پر کہیں کہیں سفید جھاگ دکھائی دیتے ہیں۔ جاگنے کے بعد یہ تمام منظر ایک بڑا دھبہ ثابت ہوتا ہے، جو ادھانڈو اور ادھانڈا خاکستری ہے، اور جس پر چکدار نقاط بکھرے ہوئے ہیں۔ اس دھبے اور اس کے تمام نقاط کا وجود حقیقی تھا۔ خواب میں ادراک کے سامنے بصری برادہ تھا اور اسی برادے سے ہمارا خواب بنا۔

لیکن خواب بننے کے لئے کیا صرف اسی قاعدہ کافی ہے؟ سمجھتے ہیں کہ بصری احساسات تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ان بصری احساسات پر (جن کو ہم یہاں داخل نہیں کریں گے) ان تمام احساسات کا بھی اضافہ ہونا چاہیے، جو باہر سے وصول ہوتے ہیں۔ انکھیں بند ہو جانے کے بعد بھی اندھیرے، اوجالے، اور ایک حد تک مختلف اوجالوں میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ روشنی کے اس طبع سے باہر سے آنے

والے احساسات ہمارے اکثر خواہوں کی بنا ہوتے ہیں چنانچہ کمرے میں اچانک موم جتی جلنے سے سونے والا ایسا خواب دیکھتا ہے کہ جس میں آگ عنصر غالب ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ خواب دیکھ سکتا ہے کہ ایک عمارت کو آگ لگی ہے، اور اُس میں سے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ وہ گہری نیند نہ سو رہا ہو۔ میں اس موضوع پر ایسے، ٹسی کے دو مشاہدات بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں: بی، لی اُس خواب دیکھتا ہے، کہ اسکندریہ کے تھیٹر میں آگ لگی ہے، اور اس کے شعلوں سے تمام جگہ روشن ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو اچانک باغ عامہ کے ایک حوض پر کھڑا پاتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ آگ کا ایک خط ان تمام ستونوں کو آپس میں ملا رہا ہے جو اُس حوض کے حاشیے پر بنے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو پیرس کی ایک نمائش میں پاتا ہے، اور اُس میں سے بھی شعلے اُٹھتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ ان تمام خونخوار مناظر میں حصہ لیتا ہے یہاں پہنچ کر وہ چونک پڑتا ہے، اور اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ جاگنے کے

بعد اُس کی نگاہ اُن شعاعوں پر پڑتی ہے، جو اُس کی خاموشی  
 کی لاشیں سے اس کے اندھیرے کمرے میں پڑ رہی ہیں۔ اسی طرح  
 ایسٹ، برٹوینڈ خواب دیکھتا ہے کہ وہ بھری پیادہ فوج میں ہے،  
 جہاں وہ پہلے ملازم تھا۔ وہ فورٹ وِخلائس، تولون، اور سی اے  
 اور قسطنطنیہ جاتا ہے۔ وہ سجلی چمکتی دیکھتا ہے اور بادل کی گرج سُنتا  
 ہے۔ وہ ایک لڑائی میں شریک ہوتا ہے، اور دیکھتا ہے، کہ توپوں کے  
 منہ سے آگ نکل رہی ہے۔ یہ بھی چونک کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ بی بی آں  
 کی طرح اس کی آنکھ بھی خاموشی کی لاشیں سے آنے والی شعاعوں پر پڑتی  
 ہے، اور ان ہی کی وجہ سے اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ مختصر یہ کہ تیز اور لچک  
 روشنی کی وجہ سے اکثر اسی قسم کے خواب دکھائی دیتے ہیں +

جانہ کی مسلسل اور ہلکی روشنی سے پیدا ہونے والے خواب ان  
 خوابوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسے اکٹاؤس کا بیان ہے کہ ایک  
 روز صبح کے وقت اُس کی آنکھ کھلی، تو اُس نے دیکھا کہ وہ ہاتھ پھیلا کر

FORT DE FRANCE © M. BERTREN ©

A. KRAUSS © LORIENT © TOULON ©

اس چیز کو پڑانے کی کوشش کر رہا ہے، جو اس کو خواب میں ایک نوحہ خرابی کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ تشکل ماہ کامل میں بخوبی جھوٹی، جس کی کرنیں اس کی آنکھوں پر پڑ رہی تھیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہم کو ایسے خوابوں کی اکثر مثالیں ملتی ہیں، جن میں جاندار کی کہیں سونے والے کی آنکھوں پر پڑ کر دو ڈیڑھ اور حسین لاکھوں کی تشکلات پیدا کرتی ہیں +

میں نے یہاں تک صرف بصری احساسات کا ذکر کیا ہے کہ یہی وہ بڑے احساسات ہیں، جن سے ہمارے خواب صورت پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن سمعی احساسات بھی خوابوں میں کار فرما ہوا کرتے ہیں۔ اول آنکھ کی طرح کان میں بھی داخلی احساسات ہوتے ہیں چنانچہ حاسداری میں بھی ہم کو سننا ہٹ سی سنانی دیا کرتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کان میں سیٹیاں بچ رہی ہیں، اور کبھی مختلف طرح کی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ ان کو ہم عام طور پر نہ تو الگ کرتے ہیں اور نہ ان کا ہم کو اور اک ہی ہوتا ہے۔ لیکن سونے کی حالت میں یہ صاف طور پر تمیز کئے جانے میں سن احساسات کے علاوہ سونے کے بعد ہم خارجی آوازوں

کو بھی برابر سنتے رہتے ہیں۔ پلنگ کی چڑخ چوں، بارش کے قطرؤں کا درخت کی پتیوں، یا چھتوں، پر پڑنا، ہوا کی سائیں سائیں اور بہت سی آوازیں ایسی ہوتی ہیں، جو سونے والے کے کانوں میں برابر پہنچتی رہتی ہیں، اور جن کو ہمارا خواب حالاتِ وقت کے مطابق گفتگو، گانے، چیخوں، یا موسیقی، کی صورت میں بدل دیتا ہے۔ ایک دفعہ الفطرموسی سو رہا تھا، کہ اس کے کانوں کے قریب چمٹے پر تینچی ماری گئی۔ اس نے فوراً خواب دیکھا کہ وہ ایک گھنٹہ بجا ہوا سُن رہا ہے۔ اس کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ وہ ۱۸۴۵ء کے واقعات میں شریک ہے۔ اس قسم کے واقعات و تجربات کثیر التعداد ہیں۔ لیکن ہم کو یہ کہنے کی جلدی ہے کہ آوازیں ہمارے خوابوں میں وہ اہمیت نہیں رکھتیں، جو رنگوں کو حاصل ہے۔ ہمارے خواب اکثر دیشیر بصری ہوتے ہیں، بلکہ کتنا چاہیے کہ اتنے بصری ہوتے ہیں، کہ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ بقول ایٹم، میکس، سائمن، وہ کون ہے جس نے خواب میں کسی خاص شخص سے گفتگو نہیں کی، یا جس نے خواب

میں مسلسل بات چیت نہیں کی، اور پھر ایک خاص واقعہ نے اُس کی توجہ کو اپنی طرف نہیں کھینچا؟ ذہ معلوم کرتا ہے کہ نہ وہ بول رہا ہے، نہ کبھی بولا ہے، یہ کہ اس کے مخاطب نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا، اور یہ کہ یہ ان کے آپس میں محض تبادلہ خیالات تھا۔ یہ اگرچہ تقریباً بالکل واضح گفتگو تھی، لیکن اس میں ایک لفظ بھی مستثنیٰ نہ دیا۔ اس واقعہ کی توجیہ بہت آسان ہے۔ خواب میں آوازیں سننا ہمارے لئے ضروری ہے۔ لیکن لاشعے ہمیشہ لاشعے ہی کو پیدا کرتی ہے۔ جب ہمارے پاس آواز آئی تو وہی نہیں ہے، تو پھر خواب اس آواز کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔

لمسی احساسات کے متعلق، سمعی احساسات کی بہ نسبت، زیادہ باتیں کہنا ہیں۔ لہذا مجھے جلدی کرنی چاہیے۔ اُن عجیب و غریب مظاہر پر گھنٹوں گفتگو کی جاسکتی ہے، جو سونے کی حالت میں لمس کے غیر واضح احساسات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ احساسات اُن تمثالات کے ساتھ مل کر جو جہاں سے ساحت نظر میں ہوتی ہیں، اُن تمثالات کو متغیر کر دیتے ہیں، یا اُن کو اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دے دیتے ہیں۔ اکثر ہونا ہے کرات کے دقت ہمارا جسم ہلکے پھلکے کپڑوں کے ساتھ مس کرتا ہے،

تو ہم کو اس مس کا احساس ہو جاتا ہے، اور ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہلکے پھلکے کپڑے پہنے ہیں۔ اب اگر اس وقت ہم خواب میں کسی بازار میں سے گزر رہے ہوں، تو ہم رگیروں کے سامنے اسی سادہ لباس میں پیش ہوتے ہیں، اور ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ہمارے لباس پر تعجب بھی نہیں ہوتا، حالانکہ ہم کو خود اپنے اُد پر تعجب ہوتا ہے۔ یہ خواب میں نے اس واسطے بیان کیا ہے، کہ یہ بہت کثیر الوقوع ہے۔ ایک اور خواب ایسا ہے جو ہم میں سے اکثر نے دیکھا ہو گا۔ اس میں ہم اپنے آپ کو ہوا میں اڑاتا، یا خلا میں تیرتا، ہوا دیکھا کرتے ہیں۔ یہ خواب اگر ایک دفعہ دکھائی دے جائے، تو ہم کو یقین ہونا چاہیے کہ یہ دوبارہ بھی دکھائی دے گا۔ اور جب جب یہ دکھائی دیتا ہے تو خواب دیکھنے والا اس طع استدلال کرتا ہے، "اس سے قبل بھی ایک دفعہ مجھے اُڑنے، یا تیرنے، کا التباس ہو چکا ہے، لیکن اس مرتبہ یہ حقیقی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ہم اپنے آپ کو کشش ثقل سے آزاد کر سکتے ہیں"۔ اب اگر اس خواب کے دوران میں اچانک آنکھ کھل جائے، تو اس کی تحلیل نہایت آسانی سے ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اس کی کشش فوراً شروع کر دی جائے۔ تحلیل سے معلوم

یہ ہوگا کہ ہم کو یہ واضح طور پر احساس ہو رہا ہے کہ ہمارے پاؤں زمین سے  
 مس نہیں کر رہے، بلکہ ہوا میں معلق ہیں۔ پھر باوجودیکہ ہم کو یقین ہوتا ہے  
 کہ ہم سو نہیں رہے ہیں، ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہم لیٹے ہوئے  
 ہیں۔ اب چونکہ ہم لیٹے ہوئے بھی نہیں، اور باوجود اس کے ہمارے پاؤں  
 زمین کی سختی کو محسوس نہیں کر رہے، لہذا طبعی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم غلامیں  
 تیار رہے ہیں۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ جب پرداز کے ساتھ ہکا پن  
 بھی ہوتا ہے، تو پرداز کی کوشش صرف ایک طرف ہوتی ہے۔  
 اب اگر اس وقت ہماری آنکھ کھل جائے تو ہم کو معلوم ہوگا کہ ہم اسی  
 کر دٹ سے لیٹے ہوئے ہیں، اور یہ کہ پرداز کی کوشش کا احساس  
 دراصل وہ حقیقی احساس ہے، جو ہمارے جسم کے بسترے کے ساتھ مس  
 کرنے سے حاصل ہو رہا ہے۔ دباؤ کا یہ احساس اپنی علت سے مفرق  
 ہو کر کوشش کا خالص احساس بن جاتا ہے، اور غلامیں تیرنے کے التباس  
 کے ساتھ مل کر خواب کو پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

یہ ایک بہت دلچسپ بات ہے کہ دباؤ کے یہ احساسات ہمارے  
 صاحب نظر کی سطح تک چڑھ جاتے ہیں، اور یہ سطح روشن تر اور زیادہ سے

پُر ہوتی ہے۔ اب یہ احساسات اس بُرادہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کو صورتوں اور رنگوں میں بدل دیتے ہیں۔ سائیکس سائمن نے اپنا ایک عجیب و غریب اور ایک حد تک دردناک خواب بیان کیا ہے۔ اُس نے خواب دیکھا کہ وہ سونے کے سکوں کے دو ڈھیروں کے سامنے کھڑا ہے۔ ان دونوں ڈھیروں کی بلندی غیر مساوی ہے، اور اس کو کسی وجہ سے اس بلندی کی عدم مساوات کو رفع کرنا ہے، لیکن وہ نہیں کر سکتا۔ اس سے اس کو سخت رُو مافی تکلیف ہو رہی ہے، جو لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی ہے۔ آخر کار اسی تکلیف کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ جاگنے پر اسے معلوم ہوا، کہ اس کی ایک ٹانگ پتنگ کی چاھد کی تلوں میں اس طرح پھنس گئی ہے کہ اس کے دونوں پاؤں مختلف سطحات پر ہو گئے ہیں، اور ان کو ایک سطح پر لانا مشکل ہو گیا ہے۔ عدم مساوات کا یہ احساس ساحتِ نظر میں داخل ہو کر ایک، یا زائد، زرد نقاط کے ساتھ تصادم ہوا۔ (کم از کم یہی وہ قیاس ہے جس کو میں پیش کرنا چاہتا ہوں) اس تصادم کی وجہ سے یہ احساس بصری صورت میں دو سنہرے سکوں کے ڈھیروں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سونے کی

حالت میں جو لمسی احساسات پیدا ہوتے ہیں، اُن میں یہ رُجحانِ مضمحل ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بصری صورت میں ظاہر کریں، اور اسی صورت میں خواب کا جزو بنیں۔ خاص لمسی احساسات سے بھی زیادہ اہم وہ احساسات ہیں جن کو اُس چیز سے تعلق ہوتا ہے، جسے ”داخلی لمس“ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ گرمی جو پکڑے ہوئے احساسات ہوتے ہیں، جو جسم کے ہر نقطے، اور خصوصاً احتشاش سے آتے ہیں۔ یہ واقعی احساسات جو شدت و حدت سونے کی حالت میں حاصل کرتے ہیں، اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ یہ حالت بیداری میں بھی ملاشبہ موجود ہوتے ہیں، لیکن اس حالت میں ہم کو عملی ضروریات اتنی فرصت نہیں دیتیں کہ ان کی طرف توجہ کریں۔ بیداری میں ہم اپنے آپ سے باہر توجہ کرتے ہیں۔ اکثر اوقات ہوتا ہے، کہ حجرہ اند حلق کے التهاب کے مریض خواب دیکھتے ہیں کہ اُن پر مرض کا حملہ ہوا ہے، اور ساتھ ہی وہ اپنے حلق میں ایک ناگوار سنسنہ ہٹ بھی محسوس کرتے ہیں۔ جاگنے کے بعد ان کا یہ احساس غائب ہو جاتا ہے، اور اس لئے وہ اس کو وہم سمجھتے ہیں۔ لیکن چند گھنٹوں کے بعد یہ وہم حقیقت میں تبدیل ہو جاتا

ہے۔ بعض امراض، سنگین حادثات، مرگی، اور قلبی امراض ایسے بیان کیے گئے ہیں کہ جن کی پیش بینی، اور کہنا چاہیے، کہ پیشین گوئی، خواب میں ہوئی ہے۔ ہندو اگر شوہنچھاندر کے سے فلاسفہ نے خواب کو قلب شعور میں ان اضطرابات کی حرکات بازگشت کہا ہے، جو اکثر کی نظام سے پیدا ہوتے ہیں، اور اگر تشریح کے سے ماہرین نفسیات نے ہمارے ہر عضو کی طرف ایک سمتیں و مقرر خواب پیدا کرنے کی قابلیت کو منسوب کیا ہے، جو خواب کہنا چاہیے کہ اس قابلیت کو علامت کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے، اور اگر آرٹیکلز کے ایسے ماہرین طب نے علم اعراض الامراض کے لئے خوابوں کی رسمیت و قیمت پر کتابوں کی کتابیں تصنیف کی ہیں، یعنی انہوں نے خوابوں کو تشخيص امراض کے لئے استعمال کیا ہے؛ تو ہم کو تعجب نہ ہونا چاہیے۔ ابھی حال ہی میں الیم لشی نے جس کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے ثابت کیا ہے کہ مخصوص خوابوں کو بعضی نفسی اور دوران خون کے آلہ سے تعلق ہوتا ہے۔

---

SCHERNER ۵۲ SYMPATHETIC ۵۱  
NERVOUS SYSTEM  
SEMEIOLOGY. ۵۴ ARTIGUES ۵۳

جو کچھ کہ میں نے اب تک کہا ہے، اب میں اس کو مختصر بیان کروں گا۔ جب ہم طبعی نیند سوتے ہیں، تو یہ یقین کرنا ضروری نہیں ہوتا، جیسا کہ اکثر فرض کیا جاتا ہے کہ ہمارے حواس خارجی احساسات کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ سونے کی حالت میں بھی ہمارے حواس برابر کام کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ اس حالت میں ان کا فعل کم متین ہوتا ہے؛ لیکن اس کی تلافی اس طرح ہو جاتی ہے کہ ایسے داخلی ارتسامات کی تعداد کو اپنے آپ میں شامل کر لیتے ہیں، جو بحالتِ بیداری غیر مددگار رہتے ہیں؛ کیونکہ ایسی حالت میں ہم ایسے ادراکات کی دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں، جو تمام اشخاص میں مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ارتسامات سونے کی حالت میں دوبارہ ظاہر ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ اب ہم خود اپنے لئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ لہذا ہماری توجہ اور اک سونے کی حالت میں تنگ نہیں ہو جاتی۔ برخلاف اس کے کم از کم خاص سمتوں میں اس کا دائرہ عمل وسیع ہو جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اُس کی وسعت جس قدر زیادہ ہوتی ہے، اُس کی توانائی، یا اشتداد، اسی قدر کم ہو جاتا ہے۔ اب اس سے ہم کو صرف بہم اور غیر واضح ارتسامات حاصل ہوتے ہیں

یہی ارتسامات ہمارے خوابوں کا مواد بنتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے،  
کہ ان کی حیثیت مواد سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتی۔

خوابوں کو پیدا کرنے کے لئے یہ تنہا کافی نہیں ہوتے، اس وجہ سے  
کہ یہ غیر واضح اور غیر متعین ہوتے ہیں۔ متغیر رنگ و صورتیں اور ارتسامات  
ہیں، جو آنکھیں بند کر لینے کے بعد ہمارے سامنے آتے ہیں، لیکن ان کا  
نقشہ و خاکہ کبھی بھی واضح اور معین نہیں ہوتا۔ مثلاً ہم کو سفید زمین پر سیاہ  
خطوط دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خواب دیکھنے والے کے لئے کتاب کا صفحہ  
بن جاسکتا ہے، یا وہ سبچوں دار کھڑا کی، جس کے پیچھے روشنی ہو رہی ہے،  
یا اسی طرح کی کوئی اور چیز۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کس طرح ہو؟  
وہ کون سی صورت ہے، جو اس مواد کے عدم تعین پر تعین کی ضرورت لگاتی  
ہے؟ یہ صورت ہمارا حافظہ ہے۔

سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خواب میں ہم فی الجملہ  
کوئی نئی چیز پیدا نہیں کیا کرتے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اکثر مثالیں  
ایسی پیش کی جاسکتی ہیں، جن میں خواب دیکھنے والے نے کوئی صنعتی  
یا ادبی، یا علمی چیز پیدا کی ہے۔ میں یہاں صرف وہ قصہ بیان کروں گا،

جو ناٹینی کے متعلق مشہور ہے۔ یہ شخص اٹھارہویں صدی میں ایک بہت بڑا ویولن بجانے والا اور راگی، گزرا ہے۔ وہ ایک راگ نظم کرنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن کامیاب نہ ہوتا تھا۔ اسی حالت میں وہ سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ شیطان نے اُس کو اس کا ویولن اٹھایا ہے، اور جس راگ کو وہ بجانے کی کوشش کر رہا تھا، بعینہ وہ راگ وہ نہایت ہمارت کے ساتھ ویولن پر بجا گیا۔ جاگنے کے بعد ناٹینی نے اپنی یادداشت میں اس کو نقل کر لیا۔ اب آج کل یہ راگ شیطان کا راگ کہلاتا ہے۔ لیکن اس قسم کے پڑانے واقعات میں فسانہ اور امر واقعی میں تمیز کرنا زبرد مشکل ہے۔ ہم کو فی الحقیقت مستند ذاتی مشاہدات کی ضرورت ہے کہ ان ہی پر کوئی صحیح رائے مبنی کی جاسکتی ہے، لیکن دقت یہ ہے کہ اس قسم کے مشاہدات النادر کا معدوم کا حکم رکھتے ہیں۔ مجھے باوجود سخت تلاش کے اس قسم کا صرف ایک بیان ملا ہے۔ یہ مشہور انگریزی ناول نگار سٹیونسن کا ہے۔ اس نے ایک عجیب و غریب مضمون خواب پر ایک باب لکھا ہے۔ اس مضمون میں یہ مصنف، جو تحلیل کی استثنائی

قابلیت رکھتا ہے، کہتا ہے، کہ اس کے اکثر سانسے خواب میں کھٹے گئے،  
 یا کم از کم ان کا خاکہ خواب میں تیار ہوا ہے۔ لیکن اس باب کو ذرا غور سے  
 پڑھو، تو معلوم ہو گا کہ سٹیوٹسن کی زندگی میں ایک وقت ایسا آیا تھا جب  
 وہ عادتاً ایسی نفسی حالت میں رہتا تھا کہ یہ بتانا بہت مشکل تھا کہ  
 وہ جاگ رہا ہے یا سو رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ حقیقت ہے۔ جب ہمارا  
 ذہن کوئی نئی چیز پیدا کرتا ہے، یا کنا چاہیے کہ جب یہ تنظیم و ترکیب کی وہ  
 قابلیت رکھتا ہے، جو ایک شکل کو رنج کرنے، ایک مسئلہ کو حل کرنے، ایک  
 زندہ جاوید تخیلی کام کرنے کے لئے ضروری ہے، تو یہ فی الواقع خوابیدہ نہیں  
 ہوتا، یا کم از کم یہ کہ ہماری ذات کا وہ حصہ جو عمل کر رہا ہے، وہ حصہ نہیں جو  
 سو رہا ہے۔ لہذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے، کہ یہ کام خواب میں ہوا ہے۔ سونے  
 کی جس حالت میں ہماری شخصیت بالکل گم ہو جاتی ہے، اس میں ہماری  
 یادداشتیں، اور محض یادداشتیں، ہمارے خوابوں کا جلا بنتی ہیں۔ لیکن  
 اکثر اوقات ہم اس کو معلوم نہیں کر سکتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بہت  
 پرانی یادداشتیں ہوں جو حالت بیداری میں "گلدستہ طاق نسیاں" ہو چکی  
 ہیں، اور جو زمانہ ماضی کے تاریک ترین حصوں سے برآمد ہوئی ہیں۔ یہ ان

اشیاء کی یادداشتیں ہو سکتی، اور اکثر اوقات ہوتی ہیں، جن کا اور اک ہم نے  
 حالت بیداری میں یوں ہی رواروی میں یا تقریباً بے ہوشی کے عالم میں  
 کیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ یہ منفرد یا دو اشوتوں کے ٹکڑے ہوں، جو  
 بغیر کسی اصول کے منتخب کر لئے گئے ہیں، اور جو ل کر ایک عدیم التطابق،  
 اور ناقابل شناخت، نکل بن گئے ہیں۔ تمثالات کے یہ غریب الخلقیت چٹمانا  
 بظاہر بالکل بے معنی ہوتے ہیں، لیکن ہماری عقل ان کی توجیہ کی کوشش  
 کرتی ہے، اور خلا کو پُر کرنا چاہتی ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سونے  
 کی حالت میں ہماری عقل قوت استدلال سے کلیتہً محروم نہیں ہو جاتی،  
 جیسا کہ اکثر مصنفین کا خیال ہے۔ اب اس خلا کو پُر کرنے کے لئے ہماری  
 عقل دیگر یادداشتوں کا احیا کرتی ہے۔ لیکن یہ یادداشتیں بھی اسی طرح  
 نسخ شدہ، محرف، اور عدیم التطابق ہوتی ہیں لہذا یہ پھر توجیہ طلب  
 ہوتی ہیں۔ غرض یہ سلسلہ اسی طرح لالی النہایہ جاری رہتا ہے۔ لیکن  
 سر دست میں اس بات پر بہت زیادہ اصرار نہ کروں گا۔ یہاں میرے  
 لئے صرف یہ کہنا کافی ہے کہ حافظہ وہ قوت ہے، جو اس مواد کو ایک  
 خاص شکل دیتی ہے، جو خواب میں مختلف حواس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے

یا بالفاظ دیگر یہ دُہ قوت ہے، جو اُن مبہم اور غیر واضح احساسات کو واضح اور معین اشیاء میں بدلتی ہے، جو خواب دیکھنے والے کو اپنی آنکھوں، اپنے کانوں، اور جسم کی تمام سطح اور اندرونی حصوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہی جواب ہے اُس سوال کا جو میں نے شروع میں کیا ہے۔

حالتِ بیداری میں بھی ہماری یادداشتیں آتی جاتی، اور باری باری ہمارے ذہن کو اپنا گھر بناتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ ہمیشہ اس قسم کی ہوتی ہیں جن کو ہمارے موجودہ مشغلہ، ہماری موجودہ حالت، اور ہمارے موجودہ عمل سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ یہاں مجھے ایم دھارو سے کی دُہ کتاب یاد آتی ہے، جو اُس نے خوابوں کے متعلق لکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خوابوں پر بحث کر رہا ہوں، اور میرا یہ مشغلہ میرے حافظہ کی فعلیت کو ایک خاص سمت میں لگا دیتا ہے۔ حالتِ بیداری میں جو یادداشتیں کہ پیدا ہوتی ہیں، وہ موجودہ فعل سے بظاہر کسی قدر بعید کیوں نہ ہوں، لیکن ان کو کسی نہ کسی معنوں میں اس سے تعلق ضرور ہوتا ہے۔ حیوانات میں حافظہ کی اہمیت کیا ہے؟ صرف یہی کہ ایک خاص صورتِ حالات میں اُن مفید، یا مضر نتائج کا احیا کرے، جو اسی طرح کی گزشتہ صورتِ حالات

میں پیدا ہوئے تھے اور اس طرح اس کو سمجھانے کہ اس کو کیا کرنا چاہیے۔ اس میں خبیث نہیں کہ انسان میں محافظہ فعل کی اتنا زیادہ غلامی میں نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی یہ اس کے ساتھ متصق تو رہتا ہے۔ ایک خاص وقت میں ہماری یادداشتیں ایک ٹھوس گل بناتی ہیں۔ یہ گل گویا ہر می شکل رکھتا ہے، جس کی ٹوک ہمارے موجودہ فعل میں دھنسی ہوتی ہے۔ لیکن جو یادداشتیں کہ ہمارے مشاغل سے تعلق رکھتی ہیں، اور ان ہی کی وجہ سے منکشف ہوتی ہیں، ان کے پس پردہ اور ہزاروں یادداشتیں ہوتی ہیں، جو اس گل کے نیچے جمع ہیں جس پر شعور کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ بلکہ میرا عقیدہ تو یہ ہے، کہ ہماری تمام گذشتہ زندگی وہاں موجود ہے۔ یہ کہ ہم کوئی بات بھی کلیتہً نہیں بھولتے، اور یہ کہ بدوشعور سے اس وقت تک جو کچھ ہم نے احساس، لوہاک، فکر اور ارادہ کیا ہے، وہ ناقابلِ فنا صورت میں اب تک باقی ہے۔ لیکن اس اندھے کوئیں میں جو یادداشتیں محفوظ ہیں، وہ غیر مرئی اور ہم کی صورت میں ہیں۔ یہ روشنی میں آنا تو شاید چاہتی ہیں، لیکن اس کی کوشش تک نہیں کرتیں۔ یہ جانتی ہیں کہ اس روشنی میں آنا بالکل محال ہے۔ اور یہ کہ میں بحیثیت جان دار فاعل ہستی کے، اس قدر

مصرف ہوں، کہ ان کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ لیکن فرض کرو کہ میں کسی حقت موجودہ صورت حالات اور مشاغل، مختصر یہ کہ ان تمام چیزوں اور باتوں سے بے غرض ہو جاؤں، جو اس سے قبل میرے حافظہ کو معین اور اس کی رہبری کرتی تھیں، یعنی یہ کہ فرض کرو کہ میں سو جاؤں۔ اب یہ یادداشتیں دیکھتی ہیں کہ میں نے رُکاوٹ اٹھالی ہے، اور وہ دروازہ کھول دیا ہے جس کی وجہ سے وہ شعور کے نیچے مقید تھیں۔ لہذا یہ اس اندھے کوٹھیں میں سے ابھرنی شروع ہوتی ہیں۔ یہ ابھرتی ہیں، حرکت کرتی ہیں، اور غیر شعوری تاریکی میں رقص کرتی ہیں۔ وہ اس دروازہ کی طرف یکبارگی دوڑتی ہیں جو کھٹلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ سب کی سب باہر نکلنا چاہتی ہیں لیکن یہ ناممکن ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کی اس فوج میں کن کن کا انتخاب ہو گا؟ اس کا جواب کچھ مشکل نہیں۔ اس سے قبل جب میں جاگ رہا تھا، تو صرف وہ یادداشتیں اس دہلیز کے اس طرف آسکتی تھیں، جو موجودہ حالات یعنی اس چیز سے کوئی نسبت رکھتی تھیں جس کو میں اپنے گرد دیکھتا اور سنا تھا۔ اب سونے کی حالت میں جو مثالیں کہ میری آنکھوں کے

سامنے ہوتی ہیں، جو آوازیں کر میرے کانوں پر اتر کرتی ہیں، اور جو لمس کہ میری تمام سطح جسم پر پھیلے اور کھوسے چوستے ہیں، وہ سب کے سب بہت غیر واضح اور غیر معین ہیں۔ پھر ان کے علاوہ اور بہت سے احساسات ہیں، جو عضویئے کے عمیق ترین حصوں سے آتے ہیں۔ لہذا جو وہی یادداشتیں، کر رنگ، ادب، ایامادیت اختیار کرنا چاہتی ہیں، اُن میں سے صرف وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی ہیں، جو اپنے آپ کو اس «زنگین بڑادے» یعنی تمام خارجی و داخلی احساسات میں مدغم کر سکتی ہیں، جس کا ہم کو اور اک ہوتا ہے، اور جو ہماری عام قابلیتِ احساسی کی حیثیت جسی کے مطابق ہوتی ہیں۔ جب حافظہ اور احساس میں یہ ملاپ ہو جاتا ہے، تو خواب پیدا ہوتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں وہ ولی ہوئی خواہشیں REPRESSED WISHES  
 مداخلت کریں گی۔ جن کا مطالعہ فرائنڈ اور دیگر امریکی ماہرین نفسیات نے نہایت عنق نظر  
 اور خوبی سے کیا ہے۔ اس کے لئے (JOURNAL OF  
 ABNORMAL کی نئی جلدوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس لکچر کے وقت  
 نو ابراہن پر پروفیسر فرائنڈ کی تعریف یعنی (PSYCHOLOGICAL  
 OF DREAMS) تو شائع ہو چکی تھی۔ لیکن «نفسی تحلیل» اس دور کو نہ پہنچی  
 تھی جس پر وہ اب ہے۔ (برگساں)

اینٹیشنل یوز میں فلاطینوس نے (جو افلاطون کا شاگرد اور جانشین تھا) شاعرانہ انداز میں وہ طریقہ بیان کیا ہے جس سے انسان کی خلقت ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فطرت جاندار اجسام کا صرف خاکہ بناتی ہے۔ یہ خود اپنی قوتوں سے ان کلام کو پورا نہیں کر سکتی۔ اس کے برخلاف ارواح عالم امثال میں ہوتی ہیں؛ یہ نبات خود تو فعلیت، بلکہ فعلیت کا خیال، کرنے کے بھی ناقابل ہوتی ہیں، لہذا یہ زمان و مکان کے ماوراء تیرتی پھرتی ہیں۔ لیکن جن اجسام کا فطرت نے خاکہ تیار کیا ہے، ان میں سے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں، جو، باعتبار اپنی صورت کے، بعض مخصوص اوضاع کی آرزو اور تمناؤں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اب جسم زندہ رہنے کی قابلیت اپنے ساتھ لے کر فطرت کے ہاتھوں سے نہیں نکلتا لہذا یہ رُوح کی طرف صعود کرتا ہے، جو اس کو جاندار بنا سکتی ہے۔ دوسری طرف رُوح اس جسم کو دیکھتی ہے، اور سمجھتی ہے، کہ وہ اس میں اپنا عکس دیکھ رہی ہے۔ یہ عکس اس کو کھینچتا ہے، لہذا یہ مہوہ کرتی ہے۔ یہی مہوہ حیات ہے، جس میں بھی ان یادداشتوں کو، جو غیر شعور کے اندھے کوئٹس میں دفن ہیں، ان

منفرد اور لوح سے تشبیہ دے سکتا ہوں، اور ہمارے رات کے احساسات ان ناقص اجسام کے مشابہ ہیں۔ چنانچہ یہ احساسات بھی ان ناقص اجسام کی طرح گرم، رنگ، روپ والے، اور تقریباً جاندار، لیکن غیر واضح ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے حافظہ مکمل، لیکن کھوکھلا اور بے جان ہے۔ یہ احساس کی کسی ایسی صورت کا متلاشی رہتا ہے، جس کو وہ اختیار کر کے اپنی عدم وضاحت اور اپنے عدم تعین کا خاتمہ کر سکے۔ اسی طرح حافظہ بھی اس مادہ کا خواہش مند ہوتا ہے، جو اس کو چرچہ کر دے، اس کو ٹھوس بنا دے، بخضیر یہ کہ اس کو تحقق کر دے۔ لہذا یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف کھینچتے ہیں، اور وہی حافظہ اس احساس کے جسم کو اختیار کر کے، جو اس کو گوشت پرست بخشا ہے، ایک ذی حیات امتی، یعنی خواب، میں جاتا ہے۔

لہذا خواب کی پیدائش کوئی پوشیدہ بھید نہیں۔ یہ ہمارے تمام ادراکات کی پیدائش کے مشابہ ہے۔ پھر خواب کی مشین بھی فی الجملہ وہی ہے، جو عام ادراک کی ہوتی ہے۔ جب ہم کو کسی حقیقی شے کا ادراک ہوتا ہے، تو جو کچھ کہ ہم کو واقعہ نظر آتا ہے (یعنی ہمارے ادراک کا احساسی مواد) وہ اس مواد کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے، جو حافظہ اضافہ کرتا ہے جب

تم کوئی اخبار، یا کتاب، پڑھتے ہو، تو کیا تمام کے تمام مطبوعہ حروف تمہارے شعور میں آتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہو تو تمام اخبار کا ایک صفحہ بھی تمام دن میں پورا نہ کر سکو۔ واقعہ یہ ہے، کہ تم ہر نقطہ، بلکہ کنا چاہیے، کہ ایک جملہ کے ہر رکن، میں صرف چند حروف، بلکہ شاید چند امتیازی نشانات، دیکھتے ہو، اور یہی تمام لفظ کے اور اک کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تمام حروف، جن کے متعلق تمہارا خیال ہے، کہ تم دیکھتے ہو، اور اہم کی صورت میں تم کو وصول ہوتے ہیں۔ کثیر التعداد قطعی الدلالت اختیارات اس قسم کے ہیں، جن سے ہمارے اس دعوے میں شبہ نہیں رہتا۔ میں یہاں صرف گولڈسائیڈ اور میٹولو کے اختیارات بیان کروں گا۔ ان محققین نے بعض عام طور پر استعمال ہونے والے جملے، مثلاً

PREFACE TO POSITIVE INADMISSION

THE 4<sup>th</sup> EDITION وغیرہ ایک کارڈ پر طبع کرائے۔ لیکن انہوں نے احتیاط یہ کی کہ یہ غلط طبع ہوں؛ کہیں حروف بدل دیئے جائیں،

GOLDSCH EIDER OF HALLUCINATION

MULLER

اور کہیں یہ مخدوف کروئیے جائیں۔ اس کے بعد یہ جملے ایک اندھیرے سکرے میں معمول کے سامنے پیش کئے گئے۔ معمول کو کچھ خبر نہ تھی، اگر ان کارڈوں پر کیا عبارت لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ان پر بہت تھوڑی دیر کے لئے روشنی ڈالی گئی، کہ جس میں وہ تمام حرف کو بہ مشکل دیکھ سکتے تھے۔ اس سے قبل ان محققین نے اختیارات کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا، کہ ایک حرف کو دیکھنے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ اس طرح ان کے لئے یہ آسان ہو گیا، کہ ان جملوں پر صرف اتنی دیر کے لئے روشنی کریں، کہ جس سے وہ تیس یا چالیس حروف میں سے صرف آٹھ یا دس کو دیکھ سکیں۔ ان اختیارات کا نتیجہ بالعموم یہ تھا، کہ وہ معمول یہ تمام جملے بالکل صحت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ لیکن اس اختیار کا یہ نکتہ بہار کے لئے اہم نہیں۔

اگر شاہدہ کرنے والے سے سوال کیا جائے کہ وہ کون کون سے حروف تھے، جن کو دیکھنے کا اسے یقین ہے، تو وہ ان حروف کا نام لے گا جو فی الواقع مطبوع ہیں۔ لیکن ان ہی میں غائب حروف کا بھی نام لیا جاسکتا ہے، یعنی وہ ان تمام حروف نام بھی لے سکتا ہے، جن کی پہلے

دوسرے حروف لکھ دیئے گئے ہیں، اور ان حروف کا بھی جنہیں بالکل خوف کرو یا گیا ہے۔ چنانچہ روز روشن میں بھی ہم کو ایک ایسا غائب حرف بالکل صاف نظر آسکتا ہے، جو اس لفظ کے معنوں کے لحاظ سے موجود ہونا چاہیے تھا۔ یہاں جو آیا ہے کہ جو حروف ہماری آنکھوں پر اثر کرتے ہیں، وہ مشاہدہ کرنے والے کے غیر شعوری حافظہ کے لئے ایک علامت بن جاتے ہیں۔ یہ حافظہ مناسب یادداشت منکشف کرتا ہے، یعنی وہ جملہ معلوم کرتا ہے، جو ان حروف کی وجہ سے متحقق ہونے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مشاہدہ کرنے والا اس ہی یادداشت کو دیکھتا ہے، نہ کہ حروف یا الفاظ کو۔ اس طرح ثابت کیا جاتا ہے کہ تیز پڑھنا ایک طرح کا علم غیب ہے؛ لیکن یہ مجرد علم غیب نہیں۔ یہ ان یادداشتوں کی تخریج ہے، جو ایک حد تک اس جزئی تحقیق سے فائدہ اٹھاتی ہیں، جس کو وہ ادھر ادھر پاتی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو متحقق کر لیتی ہیں۔

ماہل کلام یہ، کہ حالت بیداری اور اپنے گرد و پیش کی حقیقی اشیاء کے علم میں ایک ایسا عمل برابر جاری ہے، جو بالکل خواب کے عمل کے شاہد ہے۔ اور اک میں ہم شے کا محض خاکہ معلوم کرتے ہیں۔ یہ خاکہ مکمل حافظہ

کی طرف ملاحظہ کرتے ہیں، اور یہ مکمل حافظہ، جو یا تو غیر شعوری حالت میں ہوتا ہے، یا فکری صورت میں، اس موقع کو غنیمت جان کر باہر نکلنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی قسم کا وہم جو ایک حقیقی چوکھٹے میں جڑا اور چسپاں ہوتا ہے، وہ چیز بن جاتا ہے، جس کا وہم اور اک کرتے ہیں۔ یہ ایک نہایت مختصر عمل ہے، اور یہ اس چیز کی نفس رویت سے بھی پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس تمام عملِ حافظہ میں نشانات کے فعل اور طور کے متعلق اور بہت سی دلچسپ باتیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ یہ فرض کرنا ضروری نہیں کہ یہ ہمارے حافظہ میں جاوے اور ناقابل حرکت ارتساعات کی صورت میں ہوتی ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے، جیسے انجن میں بھاپ، جو ہمیشہ کم و بیش اشتداد کی حالت میں رہتی ہے۔

جس وقت کہ مدد کرنا کہ ان کو بروٹے کار لاتا ہے، اس وقت گویا یہ سب اپنے رشتوں اور اپنی مشابہتوں کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ گولڈ شائڈ، اور میولر سے بھی پہلے پروفیسر میونسٹر برگ نے چند اختراعات کئے ہیں، جن سے میری رائے میں اس تھامس

کی تائید و تصدیق ہوتی ہے، اگرچہ ان کا اصلی مقصد کچھ اور تھا۔ گولڈ  
 ڈنٹا ڈر اور میولس کے برخلاف میونسٹریوگ نے یہ الفاظ بالکل  
 صحیح لکھے، اور یہ الفاظ ایسے بھی نہ تھے، جو اکثر استعمال میں آتے ہیں۔  
 یہ متفرق و منفرد الفاظ تھے، کہ جن میں باہم کوئی تعلقات نہ تھے۔ اس  
 نے بھی ان الفاظ کو اتنے عرصہ کے لئے روشن کیا جو ان کے پورے اور اک  
 کے لئے کافی نہ تھا۔ اب جس وقت مشاہدہ کرنے والا اس لفظ کو دیکھنے  
 میں مشغول ہوتا تھا، تو ایک شخص اس کے کان میں ایک بالکل مختلف المعنی  
 لفظ کہتا تھا۔ نتیجہ اس کا کچھ ایسا تھا۔ مشاہدہ کرنے والا وہ لفظ بیان کرتا  
 تھا، جو اس نے دیکھا ہے، لیکن یہ لفظ وہ نہ ہوتا ہے، جو فی الواقع اس  
 کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ برخلاف اس کے اس کا بیان کردہ لفظ  
 حقیقی لفظ سے عام شکل و صورت میں مشابہت رکھتا تھا، اور جو  
 اپنے معنوں کی وجہ سے اس لفظ کا احیا کرتا تھا، جو اس کے کان میں  
 بولا گیا تھا، مثلاً لکھا ہوا لفظ TUMULT تھا، اور اس کے کان  
 میں لفظ RAIL ROAD بولا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا، کہ مشاہدہ کرنے والے  
 نے TUMULT کو TUNNEL پڑھا۔ یہاں یہ ہوا، کہ جب

لفظ RAILROAD اس کے کان میں بولا گیا، تو اس کی وجہ سے یادداشتوں کے اُس جم غفیر میں شعوری تحقق کی امید پیدا ہوئی، جو RAILROAD کے تصور سے کچھ بعید کی نسبت بھی رکھتا تھا۔ اور لطف یہ کہ ہم اس سب کیفیت سے بالکل بے خبر تھے۔ لیکن ابھی یہ صرف امید ہی امید تھی۔ شعور میں آنے میں کامیابی صرف اُس یادداشت کو ہوئی، جس کو موجودہ حقیقی احساس نے پہلے ہی سے متحقق کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ ادراک کا حقیقی عمل ہے، اور یہی عمل خواب کا ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک طرف تو وہ حقیقی ارتسامات تھے، جو آلاتِ حس پر مرسوم ہوئے، اور دوسری طرف وہ یادداشتیں، جو ان ارتسامات میں داخل ہوتی ہیں، اور اس کی قوتِ حیات سے فائدہ اٹھا کر دوبارہ زندگی پاتی ہیں۔

لیکن اگر ہمارا یہ تمام بیان صحیح ہے، تو پھر ادراک اور خواب میں کیا فرق ہے؟ میند کسے کہتے ہیں؟ ظاہر ہے، کہ میں سونے کی عضویاتی توجیہ نہیں چاہتا۔ یہ ایک الگ سوال ہے، اور ابھی تک اس کا فیصلہ بھی نہیں ہوا ہے۔ میرا سوال یہ ہے، کہ نفسیاتی نقطہ نظر سے میند کیا ہے؟ ہم ابھی دیکھ چکے ہیں، کہ سونے کی حالت میں بھی ہمارا ذہن برابر کام کرتا

ہے، اور بعینہ ان ہی عناصر یعنی احساسات و یادداشتوں، پر کام کرتا ہے، جن پر کہ وہ بحالت بیداری کیا کرتا ہے، اس کے علاوہ ان دونوں صورتوں میں اس کا طریق عمل بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن باہینمہ جاگنے کی حالت میں تو عام اور معمولی ادراک ہوتا ہے، اور سونے کی حالت میں خواب دکھائی دیتے ہیں۔ لہذا میں پھر سوال کرتا ہوں، کہ آخر فرق کیا ہے، سونے کی حالت کی نفسیاتی خصوصیات کیا ہیں!

ہم کو نظریات پر اعتقاد نہ کرنا چاہیے۔ ہر مسئلہ کی طرح اس خاص مسئلہ کے متعلق بھی بہت سے نظریے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں، کہ دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کرنا، اور اشیاء خارجی کے لئے اپنے حواس راستوں کو بند کرنا، سوچنا ہے۔ لیکن ہم پیچھے ثابت کر چکے ہیں، کہ سوتے وقت ہمارے حواس برابر کام کرتے رہتے ہیں، اور یہی ہمارے اکثر خوابوں کا خاکہ یا مقام گریز، ہمیا کرتے ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے، کہ ذہن کے اعلیٰ تہی کی فعالیت کو زندہ دینا سوچنا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اعلیٰ دماغی مراکز عارضی طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں۔ میری رائے میں تو یہ خیال بھی کچھ زیادہ صحیح نہیں۔ یہ سچ ہے کہ خواب میں ہم منطق کی طرف

اعتناء نہیں کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں، کہ ہم میں اس کی قابلیت بھی نہیں رہتی۔ چنانچہ بعض خوابوں میں ہم نہایت صحت، بلکہ نفاست، کے ساتھ استدلال کیا کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، اور خوب سمجھتا ہوں، کہ میرے اس قول کو مستبعد کہا جائے گا، کہ خواب دیکھنے والے کی تمام غلطی ہی ہوتی ہے، کہ وہ بہت زیادہ استدلال کرتا ہے، لیکن یہ واقعہ ہے۔ اگر وہ ان تشاللات کے جلوس کا محض تماشا دیکھتا رہے، جو اس کی آنکھوں کے سامنے سے خواب میں گزرتا ہے، تو اس کے خوابوں کی اکثر لغویتوں کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ لیکن وہ استدلال کرنا چاہتا ہے، اور اس جلوس کی تشریح و توجیہ کی خواہش رکھتا ہے، اس توجیہ کی غایت یہ ہوتی ہے، کہ عدیم التطابق تشاللات میں تطابق و ارتباط پیدا ہو جائے۔ لیکن بلیک عجیبے غریب استدلال بن جاتا ہے جس کے دانڈے لغویت سے مل جاتے ہیں۔ مجھے تسلیم ہے، کہ سونے کی حالت میں اعلیٰ عقلی قواں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور جواب دہی کے منطق بالعموم کمزور ہوتی ہے، اور اصل منطق کا منہ چڑاتی ہے۔ لیکن بعینہ ہی سونے کی حالت میں تمام قواں کے متعلق کہا جاسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہم استدلال کی موقوفی، یا جو اس کی

مسردوی کو سونے کی حالت کی خصوصیت امتیازی نہیں کہہ سکتے۔  
اس کے علاوہ کچھ اور بھی لازمی ہوتا ہے۔ ہمارے لئے صرف  
نظریات ہی کافی نہیں ہوتے۔ ہم کو واقعات سے گہری واقفیت درکار  
ہے۔ ہم کو ایک فیصلہ کن اختصار خود اپنا کرنا چاہیے۔ اب چونکہ  
ہم نفس خواب میں اپنی تحلیل نہیں کر سکتے، لہذا لازمی ہے کہ خواب  
کے ختم ہو جانے کے بعد ہم سونے سے جاگنے کی طرف اپنے انتقال کو  
نگاہ میں رکھیں، اور تا سجد امکان اس کا برابر پیچھا کرتے رہیں، اور اس  
انتقال کے بعد جو کچھ ہمارا تجربہ ہو، اس کو الفاظ میں بیان کرنے کی  
کوشش کریں۔ یہ تمام کام مشکل تو ضرور ہے، لیکن ذرا سی توجہ سے  
یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ لہذا اجازت چاہتا ہوں، کہ میں خود اپنا  
ایک تجربہ بیان کر دوں، اور اپنا ایک تازہ ترین خواب مثال کے طور پر  
لوں، اور پھر بتاؤں کہ اس کے ختم ہو جانے کے بعد میں نے کیا دیکھا۔  
میں نے خواب دیکھا، کہ میں ایک مجمع کے سامنے سیاسی تقریر کر رہا  
ہوں۔ اسی اثناء میں سامعین میں طنین گس کی سی آواز شروع ہوئی، جو  
برا برسندید تر ہوتی گئی، یہاں تک کہ یہ کافی بلند ہو گئی۔ اس کے بعد چیخوں

کی آواز میں تبدیل ہوتی، اور آخر کار چاروں طرف سے OUT! OUT! کی مترنم آوازیں آنے لگیں۔ یہاں میری آنکھ کھل گئی۔ اب معلوم یہ ہوا، کہ قریب ہی ایک بارغ میں ایک کتا بھونک رہا ہے، اور اس کی ہر WOW! WOW! کے ساتھ میرے کانوں میں OUT! OUT! کی آوازیں آتی تھیں۔ یہی وہ صغیر ترین لمحہ ہے، کہ جس کو پکڑ لینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہاں صورتِ حالات یہ ہے، کہ بیدار ایٹو ابھی ابھی خواب سے برآمد ہوا ہے، اور خواب دیکھنے والا ایٹو بھی ابھی پوری طرح روپوش نہیں ہوا۔ بیدار ایٹو کم از کم کچھ عرصہ کے لئے اس خوابیدہ ایٹو کو روک لیتا ہے، اور اُس سے سوال کرتا ہے، "آج میں نے پکڑ لیا! تمہارا خیال تو تھا، کہ ایک مجمع جیٹیں مار رہا ہے، حالانکہ فی الواقع کتا بھونک رہا تھا۔ اب جب تک کہ تم مجھے یہ نہ بتاؤ گے، کہ تم خواب میں کیا کر رہے تھے، اس وقت تک میں تم کو چھوڑنے کا نہیں! اس کا جواب خواب دیکھنے والا ایٹو یہ دیتا ہے، کہ میں بالکل کچھ نہیں کر رہا تھا، مجھ میں اور تم میں بس یہی تو فرق ہے۔ تمہارا تو خیال یہ ہے، کہ کتے کو بھونکتے سننے کے لئے، اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ کتا ہے، جو بھونک رہا ہے، تم کو کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ تمہاری یہی تو بڑی

غلطی ہے۔ فی الاصل تم نادانستہ طور پر بہت جدوجہد کرتے ہو، تم اپنا پورا کا پورا حافظہ اور تمام جمع شدہ تجربہ، پلٹتے ہو، اور یادداشتوں کے بڑے ذخیرہ کو ایک نقطہ پر اس طرح جمع کرتے ہو کہ ان تمام یادداشتوں میں سے ایک یادداشت ان آوازوں میں ٹھیک بیٹھ جائے، جو تم سنتے ہو، اور یہ یادداشت وہ ہوتی ہے، جس میں اس آواز سے مطابقت کثیر ترین ہوتی ہے، بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہنا چاہیے کہ ان دونوں میں مطابقت نامہ ہونی چاہیے، کیونکہ جس یادداشت کا تم احیا کرتے ہو، اور جس خام احساس کا تم اور اک کرتے ہو، ان دونوں میں مطلق اور ذرا سا بھی تباہی اور اختلاف نہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ تباہی اختلاف ہے، تو تم سمجھ لو کہ تم خواب دیکھ رہے ہو۔ یہ انضباط صرف حافظہ کی کوشش، اور اوراک کی کوشش سے پیدا ہو سکتا ہے، بعینہ اس طرح جیسے کہ ایک درزی ایک نیا کوٹ کچا کر کے تم کو پہناتا ہے، اس کو تمہارے جسم کے مطابق کرنے کے لئے اس کو مختلف جگہوں سے پکڑ کر ٹانگا لگا دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ تم تمام دن برابر بے انتہا کوشش کرتے رہتے ہو۔ حالت بیداری میں تمہاری زندگی محنت و مشقت کی زندگی ہوتی ہے، یہاں تک کہ اس وقت بھی

جب تم بنجیال خود بالکل بیکار بیٹھے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ ہر لمحہ تم کو بعض باتوں اور چیزوں کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، اور بعض باتوں اور چیزوں کو خارج کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ تم اپنے تمام احساسات میں سے خاص خاص کا انتخاب کرتے ہو؛ کیونکہ تم اپنے شعور میں سے ان ہزاروں داخلی احساسات کو خارج کر دیتے ہو، جو رات کے وقت جب تم سوتے ہو، عود کر آتے ہیں۔ اسی طرح تم نہایت احتیاطاً، تعیناً، اور نفاست کے ساتھ اپنی یادداشتوں میں سے بھی خاص خاص کا انتخاب کرتے ہو، کیونکہ تم ان تمام یادداشتوں کو مسترد کر دیتے ہو، جو تمہارے موجودہ مشغلہ کے لئے موزون نہیں ہوتیں۔ یہی انتخاب، جو تم ہر وقت کرتے رہتے ہو، اور یہ مصلحت، جس کی تم ہمیشہ تجدید کرتے رہتے ہو، اس چیز کی پہلی اور سب سے زیادہ لازمی خصوصیت ہے، جسے تم فہم عامہ کہتے ہو۔ لیکن اس تمام کی وجہ سے تم ایک غیر منقطع اشتداد کی حالت میں رہتے ہو۔ تم اس کو اس وقت محسوس نہیں کرتے، بعینہ اسی طرح جیسے کہ تم ہوا کا دباؤ محسوس نہیں کرتے، لیکن انجام کار یہ تم کو تھکا دیتی

ہے۔ فہم عامہ بہت متعصب ہوا کرتی ہے۔

”میں پھر کہتا ہوں، کہ مجھ میں اور تم میں فرق بھی اسی قدر ہے کہ میں کچھ کرتا ہی نہیں۔ جو کوشش تم برابر اور متواتر کئے جاتے ہو، اُس کو میں روک لیتا ہوں۔ بجائے اس کے کہ میں اپنے آپ کو عملی زندگی سے متعلق کروں، میں اس سے علیحدہ ہو جاتا ہوں۔ ہر چیز میرے لئے ناقابل اعتنا بن جاتی ہے۔ میں ہر چیز سے بے غرض ہو جاتا ہوں۔ اس طرح بے غرض ہونا سونا ہے، اور جس حد تک کہ کوئی شخص اس طرح بے غرض ہو جاتا ہے، اسی قدر گہری نیند اس کی ہوتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کے پاس سوتی ہے، تو بچے کی ایک ہلکی سی غیر معمولی سانس سے بھی اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے، حالانکہ کرخت سے کرخت آواز بھی اُسے بیدار نہیں کر سکتی۔ کیا وہ اپنے بچے کے تعلق سے واقعی سو رہی ہے؟ ہم اُن اشیاء کے تعلق سے کبھی نہیں سوتے، جن کے ساتھ ہم کو مسلسل غرض ہوتی ہے۔

”تم مجھ سے پوچھتے ہو، کہ جب میں خواب دیکھتا ہوں، تو میں کیا کرتا ہوں؟ اب میں تم کو بتاتا ہوں، کہ جب تم بیدار ہونے ہو تو تم

کیا کرتے ہو؟ تم مجھے، یعنی خواب کے مجھ، دوسرے الفاظ میں اپنے تمام گوشہ  
 تجربہ، کو پکا لیتے ہو؟ اور پھر مجھے ساکڑ کر مجبور کرتے ہو، کہ میں اس تنگ  
 دائرہ میں ٹھیک بیٹھ جاؤں، جو تم اپنے موجودہ مشغلہ کے گرد پینچتے ہو، کہ  
 اسی کا دوسرا نام حالتِ بیداری ہے۔ یہی عام اور معمولی نفسی زندگی ہے۔  
 یہ ایک کشمکش ہے۔ یہ ایک ارادہ کرنا ہے۔ اب رہ گیا خواب، تو کیا تم کو  
 واقعی اس بات کی ضرورت ہے، کہ میں اس کی توجیہ کروں؟ یہ وہ حالت  
 ہے، جس کو تم طبعاً اس وقت اختیار کرتے ہو، جب تم اپنے آپ کو آزاد چھوڑ  
 دیتے ہو، جب تمہاری یہ قابلیت سلب ہو جاتی ہے کہ تم اپنے آپ کو  
 ایک خاص نقطہ پر مجتمع و مرکوز کرو، اور جب تم ارادہ کرنا ترک کر دیتے ہو  
 قابل توجیہ چیز واصل وہ حیرت انگیز مشین ہے، جو کسی وقت فوراً اور  
 تقریباً غیر شعوری طور پر تمام اس ذخیرہ کو، جو تم اپنے اندر رکھتے ہو، ایک  
 ایسے نقطہ پر مجتمع اور مرکوز کرتی ہے، جس سے تم کو دلچسپی اور غرض  
 ہے۔ لیکن یہ توجیہ عام نفسیات، یعنی حالتِ بیداری کی نفسیات،  
 کا کام ہے، کیونکہ جاگنا اور ارادہ کرنا ایک ہی بات ہے۔  
 یہ بیان ہے خواب دیکھنے والے ایفوکا۔ اگر ہم اس کو بلا رد ٹوک

بولنے دیتے، تو یہ اور بہت سی باتیں ہمیں بتلاتا۔ لیکن ہم سروسٹ اس فرق  
 کو مختصراً بیان کریں گے، جو خواب کو حالتِ بیداری سے علیحدہ کرتا ہے۔  
 خواب میں بھی بعینہ وہی قواعد کام کرتے ہیں، جو حالتِ بیداری میں کیا  
 کرتے ہیں۔ لیکن مقدم الذکر حالت میں تو یہ ڈھیلے پڑے ہوتے ہیں،  
 اور بروضر الذکر حالت میں تنے ہوئے۔ خواب مساوی ہوتا ہے تمام حیات  
 ذہنی منفی اس تناؤ (اشتداد) کو شش اور جسمانی حرکت کے۔ خواب  
 میں بھی ہمہدراک کرتے ہیں، ہم یاد کرتے ہیں، اور استدلال کرتے ہیں۔  
 یہ سب خواب میں سجد و انفر موجود ہوتے ہیں، کیونکہ عالم ذہنی میں ذہن کو شش  
 پر دلالت نہیں کرتا۔ کوشش کی ضرورت صرف متعین انضباط و تقابلیت  
 کو ہوتی ہے۔ کتے کے بھونکنے کی آواز کو اس مجمع کی یاد کے ساتھ ملانے  
 کے لئے، جو چیخیں مارتا ہے، کسی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن  
 اس غرض کے لئے کہ یہ آواز بھونکتے ہوئے کتے کی آواز کی صورت میں  
 مُرک ہو، ایسی ایجابی کوشش درکار ہوتی ہے۔ یہی وہ قوت  
 ہے، جو خواب دیکھنے والے میں مفقود ہوتی ہے، اور یہی قوت اس میں  
 اور بیدار شخص میں وجہ امتیاز ہے۔

اس لازمی فرق سے اور بہت سے فرق منبج کئے جاسکتے ہیں، اور اسی سے ہم خواب کی بڑی بڑی خصوصیات معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن یہی اس مطالعہ کا صرف خاکہ پیش کر سکتا ہوں۔ یہ تین باتوں پر موقوف ہوتی ہے۔ اول، خواب کی عدم مطابقت۔ دوم، مورد زمان کی جس کی وہ موقوفی، جو خوابوں میں اکثر منکشف ہوتی ہے اور سوم، وہ ترتیب جن میں وہ یادداشتیں خواب دیکھنے والے کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں، جو موجودہ احساسات کے حصول کے لئے کوشاں ہوتی ہیں؟ خواب کی عدم مطابقت کی توجیہ میرے نزدیک سب سے آسان ہے۔ چونکہ خواب کی خصوصیت یہ ہے، کہ یہ حافظی تمثال اور احساس کے درمیان انضباط تامہ کا مقتضی نہیں ہوتا، بلکہ برخلاف اس کے ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ انڈا مختلف یادداشتیں ایک ہی احساس پر چسپاں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ہو سکتا ہے، کہ ہمارے سماعت نظر میں ایسا سبز دھبہ ہو، جس پر سفید نقاط ہیں۔ یہ ایک سبزہ زار بھی ہو سکتا ہے جس پر کہیں کہیں سفید پھول کھلے ہوئے ہیں۔ یہ ہلیئرڈ کی ایک میز بھی بن سکتا ہے، جس پر سفید گیند پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ

لود بہت سی چیزیں بن سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ یہ احساس بہت سی حلقی  
 تمثالات کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ سب تمثالات اس کے  
 حاصل کرنے کے لئے دوڑتی ہیں۔ بعض اوقات تو یہ یکے بعد دیگرے اس  
 کو پالیتی ہیں، اور اس طرح سبزہ زار بلیرڈ کی میز میں تبدیل ہو جاتا ہے،  
 اور ہم اس استعمال کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اکثر یہ تمام تمثالات بیک وقت اور  
 ساتھ مل کر اس احساس کو حاصل کرتی ہیں۔ اس صورت میں سبزہ زار ہی بلیرڈ  
 کی میز بن جاتا ہے۔ یہی پتا ہے ان لغو خوابوں کی جن میں ایک شے اپنی  
 اصلی حالت پر بھی قائم رہتی ہے، اور اسی وقت کسی اور چیز کا روپ بھی  
 اختیار کر لیتی ہے۔ میں نے ابھی کہ ہے، کہ جب ذہن ان لغو مناظر سے  
 دوچار ہوتا ہے، تو یہ ان کی توجیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح  
 ان کی لغویت اور عدم مطابقت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اب باقی رہی یہ بات، کہ ہمارے اکثر خوابوں میں جس زمانہ موقوف  
 ہو جاتی ہے، سو یہ بھی اسی علت کا معلول ہے۔ چند ثانیوں کے عرصے  
 میں ہمارا خواب واقعات و حادثات کا وہ سلسلہ پیش کرتا ہے، جو بحالت  
 بیداری کئی دنوں میں بھی پورا نہ ہوتا۔ ایسے موہامی کی مثال شہرہ آفاق

ہے، اگرچہ آج کل اس کو مشتبه نظروں سے دیکھا جا رہا ہے۔ تاہم میری رائے میں یہ ناممکن نہیں، کیونکہ اسی قسم کی اود بہت سی مثالیں خود میری نظر سے گزری ہیں۔ لیکن تشاللات کی یہ سرحدت حرکت ذرا بھی حیرت انگیز نہیں۔ حالت بیداری میں ہماری زندگی اپنے اپنائے جنس کے ساتھ گزرتی ہے اور اسی خارجی اور اجتماعی زندگی کی طرف ہماری توجہ ہمارے داخلی احوال کے تعاقب کو منضبط کرتی ہے۔ یہ گویا گھڑی کا بیلنس ویل ہے، جو کمائی کے غیر مقیم اور تقریباً قدرتی تناؤ میں اعتدال پیدا کرتا، اور اس کو باقاعدہ حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ خواب میں یہی بیلنس ویل غائب ہوتا ہے۔ عالم ذہنی میں دُور کی طرح اسراع بھی قوت کی علامت نہیں، میں پھر کتا ہوں کہ کوشش و قوت کی ضرورت تعین انضباط کے لئے ہوتی ہے، اور یہی وہ چیز ہے، جس سے خواب دیکھنے والا محروم ہوتا ہے۔ وہ اب زندگی کی طرف وہ توجہ نہیں کر سکتا، جو اس بات کے لئے درکار ہوتی ہے کہ داخلی احوال خارجی ماحول کے مطابق منضبط ہو جائیں، اور داخلی مرور زمانہ اشیاء کی خارجی بقا کے موافق ہو جائے۔

اب ہم کو صرف اس بات کی توجیہ کرنا ہے، کہ خواب میں ذہن کا مخصوص ڈھیلا پن کس طرح خواب دیکھنے والے کو ایک خاص حافظی تماشائی کو تو جوج دینے کی طرف مائل کرتا ہے، حالانکہ اور بہت سی تماشائیں بھی ان احساسات میں ٹھیک بیٹھ سکتی ہیں۔ ایک عام خیال اس سلسلہ کی بابت یہ ہے کہ ہم خواب میں وہی واقعات و حادثات دیکھا کرتے ہیں، جن میں کہ ہم بحالت بیداری مشغول ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ صحیح ہوتا ہے، لیکن جب بحالت بیداری کی نفسیاتی زندگی اپنے آپ کو سونے کی حالت تک پھیلاتی ہے اس کی وجہ سے ہوتی ہے، کہ ہم فی الواقع سوتے ہی نہیں۔ اگر ہماری تمام رات اسی قسم کے خوابوں سے پُر ہو، تو صبح کے وقت ہم بالضرورت تکان محسوس کرتے ہیں۔ عام اور معمولی نیند میں، اگر اور تمام باتیں غیر متغیر ہیں، تو ہمارے خواب ان خیالات سے تعلق رکھتے ہیں، جو ہمارے ذہنوں سے بہت جلد گزرے ہیں، اور ہم کو خواب میں وہ اشیاء دکھائی دیتی ہیں، جن کا ہم نے تقریباً بلا توجہ اور راک کیا ہے۔ اگر ہم رات کو اسی دن کے خواب میں دیکھتے ہیں، تو زیادہ احتمال اس بات کا ہوتا ہے کہ غیر ہم واقعات خواب میں دکھائی دیں گے، نہ کہ ہم پرین بیاباں ڈبلیو را بودٹ اور پروفیسر فلڈ کے خیالات سے کلی

اتفاق رکھتا ہوں۔ ایک دفعہ میں سڑک پر کھڑا ہوا موٹر کا انتظار کر رہا تھا۔ میں سڑک کے ایک طرف کو کھڑا تھا، لہذا مجھے موٹر وغیرہ کی ٹکر کا اندیشہ نہ تھا۔ لیکن اگر موٹر گزرنے کے وقت امکانی خطرہ کا خیال میرے ذہن میں خطور کرتا، یا اگر میرا جسم بغیر میرے خطرہ کو محسوس کئے جبکہ سبک رہا جانا، تو بہت ممکن تھا کہ میں رات ہی کو خواب دیکھتا، کہ میں موٹر کے نیچے آ گیا ہوں۔ میں ایک بیمار کی تیمارداری کرتا ہوں، جو لپ گورہ ہے۔ اگر اس دوران میں کسی وقت میرے دل میں امید خلاف امید پیدا ہوتی، تو خواہ یہ امید میرے علم میں نہ آتی، تب بھی میں خواب دیکھ سکتا تھا کہ وہ مریض صحت یاب ہو چکا ہے۔ صحت کا یہ خواب دکھائی دینا، مریض کے خواب کی نسبت زیادہ محتمل تھا۔ مختصر یہ کہ خواب میں جو واقعات حادث ہوتے ہیں، بالترجیح رونما ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ وہ ہوتے ہیں، جن پر میں نے توجہ نہیں کی۔ اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟ خواب کا ایغودہ ایغوبہ ہے جو ڈھیلا پڑ چکا ہے؛ لہذا جن یادداشتوں کو یہ جلدی سے مجتمع کر سکتا ہے، وہ ڈھیلے پن کی یادداشتیں ہوتی ہیں۔ یعنی یہ ایسی ہوتی ہیں، جن پر کوشش کا کوئی نشان نہیں ہوتا۔

یہ صحیح ہے، کہ بہت گہری نیند میں جو امٹولی کہ یادداشتوں کے دوبارہ ظہور پر متصرف ہے، وہ مختلف ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیں اس گہری نیند کے متعلق کچھ بھی تو معلوم نہیں۔ جو خواب کہ اس میں ہم کو دکھائی دیتے ہیں، ان کو ہم بالعموم بھول جایا کرتے ہیں، تاہم بعض اوقات ہم ان کا کچھ نہ کچھ حصہ یاد کر لیا کرتے ہیں اس میں ایک عجیب و غریب، مخصوص اور ناقابل بیان احساس ہمارے تجربہ میں آتا ہے۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم زمانہ کا ٹکڑا بہت دور سے آرہے ہیں۔ یہ مناظر بھی بلاشبہ بہت پرانے ہوتے ہیں۔ یہ بالعموم جوانی یا بچپن کے مناظر ہوتے ہیں، جو خواب میں ہمارے تجربہ میں آتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک قسم کی جذبی کیفیت ہوتی ہے، جو ہم میں جوانی اور بچپن کا تازہ احساس پیدا کرتی ہے، جس کو ہم حالتِ بیداری میں عمر بھر بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

اب نفسیات کو اسی گہری نیند کی طرف توجہ کرنی چاہیے، نہ صرف اس غرض سے کہ غیر شعوری حافظہ کی مشین کا مطالعہ کرے، بلکہ اس غایت سے، کہ ان عجیب تر مناظر کا معائنہ و تحقیق کرے، جو

”نفسی تحقیق“ نے منکشف کئے ہیں۔ میں اس صنف کے مظاہر پر رائے زنی کی حیرات نہیں کر سکتا، لیکن میں ان مشاہدات کی اہمیت پر زور دیتے بغیر بھی نہیں رہ سکتا، جو *Journal of Psychological Research* نے ایک نہایت صحیح طریقہ سے اور نہایت سرگرمی و جوش کے ساتھ جمع کئے ہیں۔ اور اگر دُور اثری ہمارے خوابوں پر اثر کرتی ہے، تو بہت ممکن ہے کہ یہ اسی فیند میں کارفرما ہوتی ہو۔ لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ میں اس مسئلہ پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔ میں جہاں تک جاسکتا تھا، وہاں تک پہنچ چکا ہوں، اور اب میں عالم غیب کے دروازے پر آکر ٹک گیا ہوں۔ غیر شعور کی پوشیدہ ترین گہرائیوں کی تفحیص و تفتیش، اور جس چیز کو میں نے ابھی شعور کی مخفی زمین کہا ہے، اس پر محنت و مشقت، اس نئی صدی میں نفسیات کا سب سے بڑا کام ہے۔ مجھے یقین ہے، کہ حیرت انگیز انکشافات وہاں اس کے منتظر ہیں،

PSYCHICAL RESEARCH ۱۵

TELEPATHY ۱۶

جو شاید اتنے ہی اہم ہوں جتنے کہ گزشتہ صدیوں میں طبعی اور  
 طبعی علوم کے انکشافات تھے۔ یہ وہ وعدہ ہے، جو میں اس سے  
 کرتا ہوں، اور یہی وہ دعا ہے، جو میں خاتمہ پر اس کے لئے کرتا ہوں







